ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

بانی:
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

ایڈیٹر
مجاہد الحسینی

بدل اشتراک

سالانہ ــــ ۱۸ روپے
ششماہی ــــ ۱۰ روپے
سہ ماہی ــــ ۵ روپے

فی شمارہ ۴۰ پیسے

جلد نمبر ۱۹ ــــ شمارہ نمبر ۴

۲۰ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ ○ ۲۲ جون ۱۹۷۳ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

شیرانوالہ دروازہ لاہور ــــ فون نمبر: ۶۷۵۴۵

اسلام کا معجزہ

عبداللہ یسین حسنی

مذہب کی سچائی اور اچھائی کی سب سے بڑی دلیل عام فہم ثبوت اور ناقابل انکار حقیقت "مشاہدہ" ہے۔ آیئے اب ہم صداقت دین اسلام اور حقانیت قرآن پر اپنے ہی زمانہ کا ایک مشاہدہ پیش کرتے ہیں۔

قصبہ سلمان پاک جو بغداد سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے زمانہ قدیم میں جس کا نام "مدائن" تھا۔ جہاں اکثر صحابہ کرام رض گورنری کے عہدے پر فائز رہے۔ یہاں ایک شاندار مقبرے میں حضرت سلمان فارسی رض مشہور صحابی مدفون ہیں۔ اور آپ کے گنبد مزار سے متصل نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دو صحابی حضرت حذیفہ بن یمان رض اور حضرت جابر بن عبداللہ رض کے مزارات ہیں۔ ان دونوں اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مزارات پہلے سلمان پاک سے دو فرلانگ پرایک غیر آباد جگہ پر تھے۔

حضرت حذیفہ رض نے خواب میں ملک فیصل اول شاہ عراق سے فرمایا کہ ہم دونوں کو موجودہ مزارات سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے تھوڑے فاصلے پر دفن کر دیا جائے۔ اس لیے کہ میرے مزار میں پانی اور جابر رض کے مزار میں نمی شروع ہو گئی ہے۔

شاہ یہ خواب مسلسل دو راتوں میں دیکھتا رہا تیسری شب حضرت موصوف نے عراق کے مفتی اعظم کو خواب میں یہی ہدایت فرما کر کہا کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ کو کہہ رہے ہیں لیکن اس نے اب تک اس کا انتظام نہیں کیا۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ اس کو متوجہ کر کے اس کا فوراً بندوبست کراؤ۔

چنانچہ اگلے روز صبح ہی صبح مفتی اعظم نوری السعید پاشا وزیر اعظم کو ہمراہ لے کر بادشاہ سے ملے اور اس سے اپنا خواب بیان کیا۔ شاہ فیصل نے کہا میں بھی دو راتوں سے خواب میں یہی دیکھ رہا ہوں۔

آخر کافی غور و مشورے کے بعد شاہ نے مفتی اعظم سے کہا کہ آپ مزارات کھولنے کا فتویٰ دے دیں تو میں اس کی تعمیل کے لیے تیار ہوں۔ جب مفتی اعظم نے مزارات کے کھولنے اور لاشوں کو منتقل کرنے کا فتوے دے دیا تو یہ فتوے اور شاہی فرمان دونوں اس اعلان کے ساتھ اخبارات میں شائع کر دیے گئے کہ بروز عید قربان بعد نماز ظہر ان دونوں اصحاب رض رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مزارات کھولے جائیں گے۔

اخبارات میں یہ حال شائع ہونا تھا کہ تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ رائٹر اور دوسری خبر رساں ایجنسیوں نے اس خبر کو تمام دنیا میں پہنچا دیا۔ حسن اتفاق دیکھئے کہ ان دنوں موسم حج ہونے کے باعث تمام دنیا سے مسلمان حج کے لیے حرمین شریفین میں جمع ہو رہے تھے جب انہیں یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے شاہ عراق سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مزارات حج کے چند روز بعد کھولے جائیں تاکہ وہ بھی شرکت کر سکیں۔ اسی طرح حجاز، مصر، شام، لبنان، فلسطین ترکی، ایران، بلغاریہ، افریقہ، روس، ہندوستان وغیرہ وغیرہ ملکوں سے شاہ عراق کے نام بے شمار تار پہنچے کہ ہم بھی جنازوں میں شریک ہونا چاہتے ہیں مہربانی فرما کر مقررہ تاریخ چند روز بڑھا دی جائے۔

چنانچہ دنیا کے مسلمانوں کی خواہش پر یہ دوسرا فرمان جاری کر دیا گیا کہ اب یہ رسم حج کے دس دن بعد ادا کی جائے گی اور اس کے ساتھ ہی خواب میں اہل مزارات کی عجلت کی تاکید کے پیش نظر احتیاطی تدابیر بھی کی گئیں کہ پانی مزارات تک پہنچنے نہ پائے۔

دوشنبہ کے دن بارہ بجے کے بعد لاکھوں انسانوں کی موجودگی میں مزارات کھولے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رض کے مزار میں کچھ پانی آ چکا تھا اور جابر رض کے مزار میں نمی پیدا ہو چکی تھی حالانکہ دریائے دجلہ وہاں سے کم از کم دو فرلانگ دور تھا۔

تمام ممالک کے سفیر، عراق حکومت کے تمام ارکان اور شاہ فیصل کی موجودگی میں پہلے حضرت حذیفہ رض کی نعش مبارک کو کرین کے ذریعے زمین سے اس طرح اوپر اٹھایا گیا کہ ان کی نعش کرین پر نصب کیے ہوئے اسٹریچر پر خود بخود آ گئی۔ اب کرین سے اسٹریچر کو علیحدہ کر کے ہز مجیسٹی شاہ فیصل، مفتی اعظم عراق، وزیر مختار جمہوریہ ترکی اور پرنس فاروق ولی عہد مصر نے کندھا دیا۔ اور بڑے احترام سے ایک شیشہ کے تابوت میں رکھ دیا۔ پھر اسی طرح حضرت جابر رض بن عبداللہ رض کی نعش مبارک کو مزار سے باہر نکالا گیا۔

نعش ہائے مبارک کا کفن اور ریش مبارک کے بال تک بالکل صحیح حالت میں تھے۔ نعشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہرگز نہیں ہوتا تھا کہ یہ تیرہ سو سال قبل کی نعشیں ہیں بلکہ گمان یہ ہوتا تھا کہ شاید انہیں رحلت فرمائے دو تین گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ان دونوں حضرات کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی زیادہ چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں۔ لیکن ان کی نظریں اس چمک کے سامنے ٹھہر ہی نہ سکیں۔ ٹھہر بھی کیسے سکتی تھیں؟

بڑے بڑے یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ایک جرمن ماہر چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا اس تمام کارروائی میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا۔ اس نے جو یہ منظر دیکھا تو اس سے اتنا بے اختیار ہوا کہ ابھی نعش ہائے مبارک تابوتوں ہی میں رکھی گئی تھیں کہ آگے بڑھ کر مفتی اعظم عراق کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ "آپ کے مذہب اسلام کی حقانیت اور ان صحابہ رض کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اس موقع پر ایک جرمن فلم ساز کمپنی نے دور دراز سے آئے ہوئے مشتاقان دید پر احسان کیا کہ اس نے شاہ عراق کی منظوری سے اپنے خرچ پر مزارات کے اوپر دو سو فٹ بلند فولاد کے چار کھمبوں پر کوئی بائیس فٹ لمبا اور بیس فٹ چوڑا ٹیلی ویژن کا سکرین لگا دیا۔ بلکہ کھمبوں کے چاروں طرف بھی چھت سے ملحق چار سکرین لگا دیے اس سے یہ فائدہ ہوا کہ ہر کوئی اپنی جگہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر مزارات کے کھلنے کے وقت سے آخر وقت تک کی تمام کارروائی دیکھتا رہا۔

دوسرے دن بغداد کے سینماؤں میں اس واقعہ کی فلم دکھائی گئی۔ اس واقعہ کے فوراً بعد بغداد میں کھلبلی مچ گئی اور بے شمار یہودی اور نصرانی خاندان بلا کسی جبر کے جوق در جوق مسجدوں میں قبول اسلام کے لیے آتے تھے۔ یہ واقعہ اگلے زمانے کا تاریخی واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اسی زمانہ کا آنکھوں دیکھا حال ہے۔ اس کو بہت زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا ۱۹۳۲ء میں اس معجزہ کا ظہور ہوا ہے۔ اس کو بے شمار یہودی اور کئی ممالک کے اشخاص نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس کی دنیا کے اخبارات نے جلی عنوانات سے تشہیر کی ہے اور اس کے چرچے رہے ہیں۔ یہ مزارات گمنام افراد کے بھی نہ تھے۔ یہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مشہور و معروف صحابہ رض کے مزار تھے جن کو پہلے بھی لوگ جانتے اور مانتے تھے۔ اور جو اب مرجع خلائق بنے ہوئے تھے۔

(ماخوذ)



خدام الدین

۲۰ رجمادی الاول ۱۳۹۳ھ
۲۲ رجون ، ۱۹۷۳ء

جلد ۱۹ شمارہ ۴

مندرجات

- اسلام کا معجزہ
- اداریہ
- مولانا لال حسین اختر کی وفات
- آہ ! " " (نظم)
- خطبہ جمعہ
- شیخ التفسیر حضرت لاہوری کا مقدس مشن
- مشاہدات حجاز
- یادوں کے چراغ
- آداب قرآن
- مودودی صاحب کا ایک اور رخ کردار
- جنگ داہر ـ تاریخ سندھ کا ایک باب
- پاکستان کو قادیانی ریاست بنانے کا منصوبہ
- اسلام کا تبلیغی نظام
- جانشین شیخ التفسیر کے پیغامات تعزیت
- مکتوب جرمنی
- خطرناک غلطیاں

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
مجاہد الحسینی

مبلغ ومناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کا سانحہ ارتحال

اک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی......

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ه

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر اور مشہور مبلغ و مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ۱۱ رجون ۱۹۷۳ء کو چھ ماہ کی طویل حادثاتی علالت کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

مولانا لال حسین اختر برصغیر پاک وہند کے مسلمہ دینی رہنما ، مبلغ اور مناظر اسلام تھے ان کی ابتدائی زندگی قادیانیوں کے لاہوری گروپ کے ساتھ گذری اور لاہوری مرزائیوں نے ہی زر کثیر خرچ کرکے مولانا لال حسین اختر کو مسلمانوں ، آریوں اور بہائیوں کے خلاف مناظرے کے لیے تیار کیا تھا ۔ مگر خداوند قدوس کی قدرت کا فیصلہ یہ تھا کہ مولانا لال حسین اختر ایک مرزائی مبلغ کے بجائے اسلام کے سچے نظریات و عقائد کے داعی مبلغ اور مناظر بنیں چنانچہ مرزائیوں کے ہاں تعلیم مکمل کرکے آپ نے مرزائیت سے توبہ کرلی اور ترک مرزائیت کے اسباب کے عنوان سے ایک شاندار کتاب لکھ کر مرزائیت کے تار پود بکھیرے ۔ !

مولانا لال حسین اختر نے اپنی زندگی میں معرکہ آراء مناظروں میں حصہ لیا اور ہر مقام پہ مرزائیوں آریوں ، عیسائیوں ، بہائیوں کو شکست دے کر صداقت اسلام کے علم سربلند کیے ۔

مولانا لال حسین اختر کو یہ بھی شرف و اعزاز حاصل رہا کہ آپ نے اندرون ملک کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی تبلیغ و اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دیا ۔

مجلس احرار اسلام نے سیاسی خدمات کے دوش بدوش جب شعبہ تبلیغ قائم کیا تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مفکر احرار چوہدری افضل حقؒ کی نگاہِ انتخاب آپ ہی پر پڑی ۔ چنانچہ قیام پاکستان سے قبل مجلس احرار اسلام کی طرف سے بحیثیت مبلغ اسلام افریقہ (نیروبی) تشریف لے گئے اور وہاں پر عیسائیت اور قادیانیت کے عنوان سے خلاف اسلام تحریکوں سے اہل افریقہ کو خبردار کیا ۔

مولانا لال حسین اختر مرحوم کو ہی یہ شرف و اعزاز حاصل تھا کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی ہی میں انہیں فرق باطلہ کی تردید کے لیے باقاعدہ مدرس مقرر کیا تھا اور دورۂ تفسیر میں شریک طلباء کو مرزائیت ، عیسائیت ، مودودیت ، پرویزیت ، بہائیت وغیرہ فتنوں سے آگاہ کرتے تھے ۔ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کے بعد جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے اس سلسلہ کو برابر جاری رکھا اور مولانا لال حسین اختر کی خدمات سے استفادہ کرتے تھے ۔ مولانا لال حسین اختر نے گذشتہ چند برسوں میں انگلستان ، جرمنی اور جزائر افریقہ کا دورہ کرکے وہاں کے عوام کے دلوں میں اسلام کی صداقت حقانیت کا عقیدہ راسخ کیا ۔ انگلستان میں مرزائیوں کا مرکز ختم کراکے وہاں پر مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر قائم کرایا ۔

مولانا لال حسین اختر کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں سے متصف کیا تھا اور کلمہ حق بلند کرنے کی پاداش میں کئی مرتبہ قید وبند کے مصائب بھی برداشت کیے ۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہما اللہ کی وفات کے بعد مولانا لال حسین اختر مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مقرر ہوئے تھے اور تحفظ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں ایک حادثے کا شکار ہوکر چھ ماہ صاحب فراش رہ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے ——— اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ه

مولانا اختر کی دینی اور ملی خدمات برصغیر پاک وہند کی تاریخ کے سنہری باب کی حیثیت سے ہمیشہ درخشندہ وتابندہ رہیں گی ——— دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کرکے اعلیٰ علیین میں درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرواستقامت کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے (آمین)

حضرت پیر خورشید احمد شاہ خلیفہ حضرت مدنی کا انتقال

ابھی حضرت مولانا لال حسین اختر کی وفات کا صدمہ تازہ تھا کہ شیخ طریقت اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا پیر خورشید احمد شاہ صاحب ایک سو دس سال کی

عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت مولانا پیر خورشید احمد شاہ گذشتہ دنوں نشتر ہسپتال ملتان میں زیر علاج تھے کہ ۱۲ جون کو انتقال فرما گئے اور آپ کو قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت شیخ اپنے دور کے معروف پیر طریقت اور پاکستان کی ایک نامور شخصیت تھے آپ کے انتقال سے ملک ایک عظیم دینی پیشوا سے محروم ہوگیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں آپ کے درجات بلند کرے۔ اور پسماندگان کو صبر و استقامت عطا فرمائے (آمین)

● اسلام میں مرتد کی سزا کا مسئلہ

خدام الدین کے گذشتہ شمارہ میں وقار انبالوی رکن ادارہ نوائے وقت کا مضمون "اسلام میں ارتداد کی سزا کا مسئلہ" کے زیر عنوان شائع ہوا ہے وہ مضمون "بحث و مذاکرہ" کے ضمن کا ہے۔

ہمارے ایک رکن ادارہ نے وہ مضمون وضاحت کے بغیر ہی کتابت کے لیے دے دیا بہر حال ایسے مضامین کے مندرجات سے ادارہ کا کلّی اتفاق ضروری نہیں مثلاً مضمون نگار نے مودودی صاحب کی اسلامی حیثیت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی اسلامی حیثیت کو حجت اور دلیل قرار دیا ہے۔ حالانکہ علماء حق کے ہاں مودودی صاحب کی اسلامی ترجیحات محل نظر ہیں۔

مضمون نگار کے نظریات اور الفاظ کو جوں کا توں اس لیے دیا گیا ہے تاکہ جواب دینے میں آسانی ہو۔ اسلام میں مرتد کے مسئلہ پر سابق جج ہائی کورٹ ایس اے رحمان کی کتاب ان دنوں مختلف اخبارات میں موضوع بحث بنی ہوئی ہے اس کتاب کے مندرجات کے خلاف وقار انبالوی صاحب نے مضمون لکھا بعد میں دیگر حضرات کے مضامین بھی آئے۔ ایس اے رحمان صاحب کی کتاب ٹھیک ان دنوں شائع ہوئی جب

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

مولانا لال حسین اختر کی وفات

ایک اور چراغ بجھ گیا

از:- حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی۔ ناظم جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

آج ۱۱ جون ۱۹۷۳ء کو لاہور اور قرب و جوار بلکہ دور دراز سے آئے ہوئے مسلمان حضرت مولانا لال حسین اختر مرحوم کی نماز جنازہ سے فارغ ہوئے

جس کے بعد جنازہ دین پور شریف دفن کے لیے لیجایا گیا۔ حضرت مولانا مرحوم مسلمانان پاکستان میں ایک ایسے عالم دین تھے جن کے نام سے بھی مرزائی گھبراتے تھے ان کی تبلیغ اور مناظروں نے مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے بچالیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد علی جالندھری مرحوم کے پرانے اور دلی دوست ہم خیال، ہم مشرب تھے اور مجاہد اسلام مولانا لعل حسین اختر کو نہ پاکر مسلمانوں کو عظیم صدمہ محسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مرحوم آٹھ سال تک مرزائی رہے ان کو مرزائیوں ہی نے تعلیم دلائی لیکن جب انہوں نے ایک خواب دیکھا تو مرزائیت سے توبہ کرلی پھر اس وقت سے اب تک ارتداد کے خلاف مسلسل جہاد فرمایا۔ کراچی سے لے کر بالاکوٹ ہزارہ تک آپ نے حق کی تبلیغ فرمائی۔ کسی مرزائی کو آپ سے مناظرہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور کوئی غلطی کر بیٹھا تو اس کو منہ کی کھانی پڑی۔ تمام اکابر امت ان کی عزت کرتے ان کے ذریعے طلباء اور متوسلین کو مسائل ختم نبوت کا درس دلواتے۔ حضرت رائے پوری رح اور حضرت لاہوری رح سے جو ان کے تعلقات تھے وہ تو ظاہر ہی ہیں۔ مگر حضرت تھانوی رح وفات تک ان کو منی آرڈر کے ذریعے رقوم بھیجتے رہے انہوں نے ان سے وصول کرنے کا وعدہ لیا تھا۔ جب حضرت مولانا محمد عبید اللہ انور مدظلہ حج سے واپس تشریف لائے تو مولانا مرحوم نے وصیت فرمائی کہ مجھے دین پور شریف میں حضرت قطب عالم مولانا خلیفہ غلام محمد صاحب کے جوار میں دفن کرنا۔ حضرت مولانا محمد عبید اللہ انور صاحب نے حضرت دین پوری سے عرض کردیا تو جواب ملا کہ مرض زندگی میں آئیں تو ان کی خدمت ہماری سعادت ہے وفات کے بعد آئیں تو اس سے زیادہ اور کیا بات ہوسکتی ہے۔ بہر حال آج وہ وصیت کے مطابق اپنی آرام گاہ میں پہنچ گئے۔ وہ تو خوش و خرم ہوں گے مگر ملک کے مسلمان اور ختم نبوت کے پروانے مغموم و نالاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ جمعیۃ علماء اسلام ان کے پسماندگان کے غم میں برابر کی شریک ہے۔ دراصل یہ دنیا دار الامتحان ہے اصلی گھر آخرت ہی کا گھر ہے وہ حضرات خوش قسمت ہیں جو اس دنیائے فانی میں رہ کر آخرت کے سنوارنے کے لیے اسلام اور اہل اسلام کی خدمت کرکے اپنے رب جل وعلا کو راضی کرتے ہیں۔ فقط

آہ:- مولانا لال حسین اختر

چل بسا دنیائے فانی سے وہ مردِ حق پرست
جو کہ تھا ختمِ نبوت کا امیرِ کارواں

تاجؒ و افضلؒ اور بخاریؒ قاضیٔ احسانؒ کا
جو کہ مخلص دوست تھا اور مشیر و پاسباں

زندگی بھر صدقِ دل سے جو رہا اس دور میں
مجلسِ ختمِ نبوت کا حقیقی ترجماں

وہ مناظر، وہ محقق وہ مقرر بے مثل
بعد از امیرِ شریعتؒ جو کہ تھا عزو شاں

قادیانیت کا جس نے ناطقہ بند کردیا
جو ہوئے مشہور اس دنیا میں فاتحِ قادیاں

مسجدِ وکنگ شہادت دے رہی ہے آج بھی
خالد و اختر نے دی جا کر جہاں حق کی اذاں

قلبِ انور سے نکلتی ہے دعا یہ روز و شب
جنت الفردوس میں ہو روحِ اختر شادماں

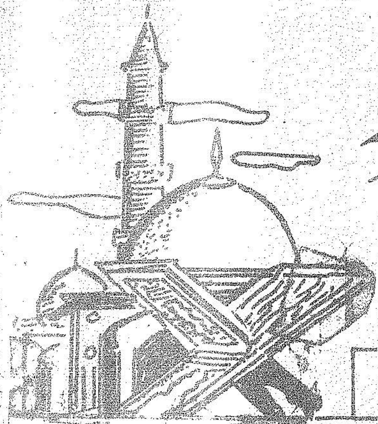
حافظ لئیق محمد انور

اجتماع
جمعۃ المبارک
۸ جون ۱۹۷۳ء
مرتب
عبدالرشید انصاری

ایثار و قربانی اور عدل و انصاف کا راستہ اختیار کرو

دھونس، دھاندلی اور جبر و تشدد سے مسائل حل ہوں گے نہ امن قائم ہو گا

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم کا خطاب



الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد:

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (آل عمران آیت ۹۲)

ترجمہ: ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز سے کچھ خرچ کرو۔ اور جو چیز تم خرچ کرو گے بیشک اللہ اسے جاننے والا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالٰے کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ بیان فرمایا گیا ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ اس راستہ کو اختیار کیے بغیر رضاء الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی پسندیدہ اور محبوب چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو یعنی عملاً ثابت کرو کہ تم اپنی محبوب سے محبوب تر چیز کو بھی اللہ کی محبت اور اس کے حکم پر قربان کر سکتے ہو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو اپنے رب کے ہاں نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے۔

اللہ تعالٰے کی بندگی پرستش و عبادت اس کے احکام کی تکمیل کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی نگہداشت اور ان کی صحیح طور پر ادائیگی بھی اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے لازمی اور ضروری ہے۔ جو حقوق انسانوں کے انسانوں پر متعین ہیں ان کا ادا کرنا اصلِ انسانی کا بنیادی اصول اور اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے اور جس ملک کے حکمران رعایا کے حقوق ادا نہ کرتے ہوں، جس ریاست کے بڑے لوگ کمزوروں اور مفلوک الحال عوام کا استحصال کرتے ہوں جس معاشرہ میں انصاف بکاؤ مال بن جائے اور جب کبھی کسی کا دوسرے پر زور چلے تو وہ اسے بالجبر اپنی اغراض کا نشانہ یا اغراض و مفاد کے حصول کا ذریعہ بنا لے، جہاں مظلوموں کی دادرسی نہ ہو، ایسے جہنم زار معاشرے کو اسلامی معاشرہ یا اسلامی نظام کا معاشرہ کہنا اسلام پر بہت بڑا بہتان و افترا ہے یہ صورت حال اسلامی معاشرہ تو کیا ایک لادینی معاشرے کو بھی زیب نہیں دیتی۔ کیونکہ یہ کیفیت جنگلوں میں بسنے والے درندوں، بھیڑیوں اور بن مانسوں کی تو ہو سکتی ہے جہاں ان میں سے کوئی کسی کا نہ بنے نہ ان پر کسی مذہب و اخلاق کا کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا مگر انسانی معاشرے میں زندگی گزارنے کا یہ ڈھب نہیں ہے۔ جن حیوان صفت لوگوں نے انسانی معاشرہ کو اس صورت حال سے دوچار کیا ہے ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ جنگلوں کی مخلوق ہے ہیں یا "انہیں وحش بننے دا پتہ ہی کوئی نئیں"

اسلام تو ایثار و قربانی کا درس دیتا ہے نہ یہ کہ کسی کو اپنی مظلومیت کا اظہار کرنے، اپنے حق کا مطالبہ کرنے اور ظلم و زیادتی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی بھی اجازت نہ دی جائے اور طاقت و اقتدار کے بل بوتے پر اپنی ہر بات دوسروں پر ٹھونس دی جاتے۔ یہ شرافت ہے نہ انصاف اور نہ بہادری!

خلیفۂ ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ امیرالمومنین تھے۔ ہیبت و جلال کا یہ عالم تھا کہ دنیا بھر کے مطلق العنان بادشاہ دم نہیں مار سکتے اور کیا مجال کہ اہل اسلام پر کوئی کسی طرح کی زیادتی کر سکے۔ اپنے قلمرو میں عدل و انصاف کا آفتاب پوری تابانی سے چمک رہا ہے فرماتے ہیں، "فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو بارگاہِ خداوندی میں عمرؓ کو جواب دینا ہو گا۔"

اس دورِ فاروقی میں ایک روز دنیا نے دیکھا کہ ایک مجمع عام میں ایک معمولی دیہاتی باشندہ امیرالمومنینؓ کی ذات گرامی پر سوال کرتا ہے۔ اور وضاحت طلب کرتا ہے کہ

"حکومت کی جانب سے تمام لوگوں کو ایک ایک چادر ملتی ہے جس سے قمیص نہیں بن سکتی اور امیرالمومنینؓ نے اسی کپڑے کی قمیص پہن رکھی ہے۔ ہمیں بتایا جائے کہ یہ قمیص کیسے بنی؟"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ نے ارشاد فرمایا۔ "عوام الناس کی طرح مجھے بھی ایک چادر ملی تھی اور ایک میرے بیٹے کو لیکن میرے لخت جگر نے اپنی چادر مجھے دے دی ان دو چادروں کے کپڑے سے یہ قمیص تیار ہوئی ہے۔"

ایک اور موقعہ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا:

"اے لوگو! اگر میں شریعت کے خلاف کوئی حکم کر دوں تو تمہارا کیا ردِ عمل ہو گا؟"

ایک بدو تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور باواز بلند کہنے لگا: "اگر عمرؓ نے صحیح راستے سے ہٹنے کی کوشش کی تو میری تلوار اس کو سیدھا کر دے گی۔" اتنے بڑے حکمران کے سامنے لوگوں کی یہ جرأت و بے باکی۔ اللہ اللہ۔

اپنی ذات کے بارے میں لوگوں کو اس طرح سوال و اعتراض کی اجازت دینا سچی بات سن کر کڑواہٹ محسوس کرنے کی بجائے خندہ پیشانی سے لوگوں کو مطمئن کرنا اور اسے اپنے لیے باعث فخر اور ذریعہ نجات سمجھنا۔ یہ صفات صرف ایک اسلامی سربراہ مملکت میں ہی ہو سکتی ہیں۔ آج دنیا کے کسی بڑے سے بڑے جمہوری یا سوشلسٹ اور کمیونسٹ ملک کا کوئی سربراہ ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ حالانکہ ان میں سے آج ہر شخص اپنے تئیں عوام کا سچا خادم اور انسانی شرف و مجد کا محافظ بنا ہوا ہے۔

ہمارے ہاں مسلمان کہلانے والوں کی حالت یہ ہے کہ عوامی اور جمہوری حکومت میں لوگ اپنا دکھ درد بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ کچھ دھکو شاہی قسم کی پابندیوں کی گرم بازاری ہے۔ سرمایہ دار اور ذخیرہ اندوز جیسے چاہتے ہیں اشیا صرف کی قیمتیں بڑھاتے اور چڑھاتے ہیں۔ نوکر شاہی عوام کے خون پسینے کی کمائی سے گلچھرے اڑاتی ہے۔ مسائل منہ کھولے ہوئے عیاش اور نکمے حکمرانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جھوٹ اور بددیانتی سیاست و اقتدار کا خاصہ بنا ہوئی ہے یا یوں سمجھیے کہ عوام دوستی کا واحد اجارہ دار اور ملک و ملت کا محافظ کہلاتا ہے۔

ہمارے ہاں یہ عجیب رسم چل نکلی ہے کہ جو حکمران برسرِ اقتدار آنے سے پہلے اسلام اور عوام کے نعرے لگاتے اور صاف ستھری جمہوریت کی باتیں کرتے ہیں۔ کرسیٔ اقتدار پر جلوہ افروز ہونے کے بعد وہی بدترین آمر اور ڈکٹیٹر بن جاتے ہیں اور یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ ہمارے ہاں آج جو برسرِ اقتدار

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کا مقدس مشن

پاکستان میں اتحاد بین المسلمین کی تحریک کا آغاز

تحریر
حکیم آزاد شیرازی
مدیر
تذکرہ لاہور

حضرت مجاہد الحسینی کے قلم سے خدام الدین (یکم جون) کا اداریہ بعنوان "حضرت شیخ التفسیر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف اور مشن" نظر سے گزرا۔ اور آج سے پچیس برس پہلے کی یادیں تازہ ہو گئیں۔

خوش قسمتی سے راقم الحروف ان چند لوگوں میں سے ہے جنہوں نے حضرت شیخ التفسیرؒ کی کم از کم تیس برس کی پاکیزہ زندگی کا بچشمِ غور مشاہدہ کیا ہے۔ راقم الحروف کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ میرے والد مرحوم امام طب الشیخ حکیم عنایت حسین نور اللہ مرقدہٗ، حضرت شیخ لاہوریؒ کے مریدِ اوّل تھے اور اس گنہگار کو اپنی ولادت پر یہ عزت بھی حاصل ہوئی کہ حضرت شیخ التفسیرؒ نے میرے کانوں میں اذان و تکبیر کہی، مجھے گھٹی دی اور میرا نام تجویز فرمایا۔

اسی ذرہ نوازی کا نتیجہ ہے کہ اپنی تمام تر گناہگاریوں اور سیہ کاریوں کے باوجود آج تک دین کے معاملے میں کسی بڑی سے بڑی دنیاوی طاقت کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کر سکا۔ اور اس زبان سے جسے حضرت شیخ لاہوریؒ کے لعابِ دہن نے حلاوت آشنا کیا۔ آج تک راست گوئی ہی کا پرچم بلند ہوا۔ ع

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اور میرا پختہ یقین ہے کہ آج بھی حضرت شیخ لاہوریؒ، خواجہ حافظ شیرازیؒ اور علامہ المشرقیؒ کی پاکیزہ روحوں کا اس گناہگار سے روحانی تعلق قائم ہے ؎

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا می کرد

میرے عقائد پر حضرت شیخ لاہوریؒ، میرے ذوقِ سخن و شوقِ نظارۂ جمال پر خواجہ حافظ شیرازیؒ اور میرے اعمال و کردار پر حضرت علامہ المشرقیؒ کے گہرے اثرات عمل پذیر ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل موقع ملا تو پھر کبھی عرض کروں گا۔ فی الحال تو مجھے حضرت شیخ التفسیرؒ کے مؤقف کے بارے میں کچھ بیان کرنا ہے۔

حضرت شیخ لاہوریؒ جس زمانے میں ایک نظربند غریب الدیار اور اجنبی کی حیثیت میں واردِ لاہور ہوتے۔ اس زمانہ میں عامۃ المسلمین کی اکثریت ہندوانہ رسم و رواج اور مشرکانہ عقائد و اعمال میں گرفتار تھی۔ اس لیے اس زمانے میں انہوں نے اس امر کی شدید ضرورت محسوس کی کہ اہلسنت والجماعت اور حنفی کہلانے والے مسلمانوں کو اصلی حنفیت سے آگاہ کیا جائے۔ اور کتاب و سنّت کے بتاتے ہوئے صراطِ مستقیم سے واقف کرایا جائے۔ چنانچہ انجمن خدام الدین کی بنیاد ڈالنے کے فوراً بعد اصلاحِ عقاید کی تبلیغ کا آغاز کر دیا گیا۔ اور نہ صرف وعظ کے ذریعہ بلکہ چھوٹے چھوٹے پمفلٹوں کی صورت میں بھی اس تحریک کو آگے بڑھایا گیا۔ یہ تمام پمفلٹ مفت تقسیم کیے جاتے رہے۔ ان پمفلٹوں میں ضخیم ترین پمفلٹ "اصلی حنفیت" تھا جس کے جواب میں بریلوی مکتبِ فکر کی طرف سے کئی پمفلٹ شائع کیے گئے اور اہل حدیث علمائے کرام سے کہیں زیادہ دیوبندی کو وہابی کے لقب سے سرفراز کیا جانے لگا۔

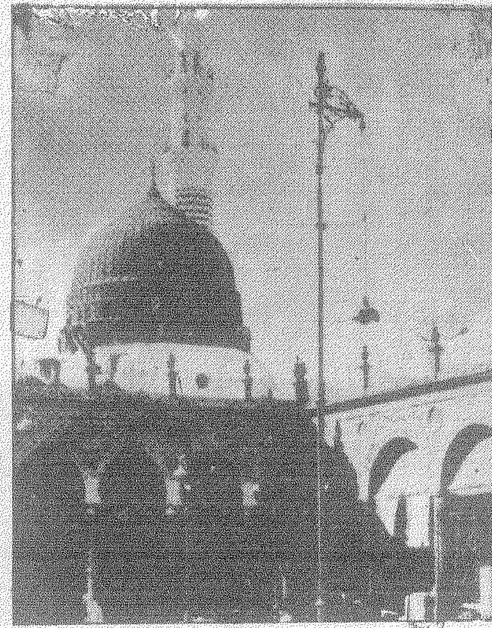
راقم الحروف نے دو برس تک علامہ المشرقی کی شہرہ آفاق کتاب تذکرہ اور خاکسار تحریک سے متعلق دوسرے لٹریچر کے مطالعہ کے بعد ۱۹۳۷ء میں شمولیت اختیار کر لی۔ حضرت شیخ التفسیرؒ خاکسار تحریک میں قاضیٔ عدالت کے عہدے پر متمکن رہ چکے تھے۔ خاکسار تحریک ہر قسم کے فرقہ وارانہ جذبات کو ختم کر کے درمیان اتحادِ عمل کی لہر دوڑا دینا چاہتی تھی۔ اور حضرت شیخ التفسیر بھی اتحاد بین المسلمین کے خلوص دل سے خواہاں تھے۔ اور اس کے لیے عملی جدوجہد میں بھی مصروف رہے۔ جس کا بڑا ثبوت یہ بھی تھا کہ وہ اپنے آپ کو دیوبندی کہنے کی بجائے حنفی کہا کرتے تھے۔ لیکن عیدین کی نمازیں ممتاز اہل حدیث عالم مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کی اقتدا میں ہمیشہ اقبال پارک کے کھلے میدان میں ادا کرتے رہے۔ مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ بھی ایک غیر متعصب اہلحدیث عالم تھے۔ اہلحدیث حضرات میں ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔ انہوں نے کبھی تراویح کی رکعتوں کی تعداد، رفع یدین اور آمین بالجہر جیسے فروعی مسائل کو موضوعِ سخن بنا کر اپنے معتقدین سے داد حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

آمدم برسرِ مطلب — یہ ۱۹۴۸ء یا ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے۔ راقم الحروف ان دنوں روزنامہ سعادت لائل پور کا مدیر تھا۔ اور اتفاق سے دو روز کی چھٹی پر لاہور آیا ہوا تھا کہ باغ بیرون دلی دروازہ لاہور میں علمائے کرام کا ایک جلسۂ عام منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی سٹیج پر مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ، مولانا ابو الحسنات اور اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی اور شیعہ مکاتیبِ فکر کے دوسرے مقتدر علمائے کرام موجود تھے۔ اور جلسہ کا موضوعِ خطابت اتحاد بین المسلمین تھا قیامِ پاکستان کے بعد مختلف مکاتیبِ فکر کے علمائے کرام کا یہ پہلا اجتماعِ عام تھا۔ میں نے نہ صرف یہ کہ اس جلسہ کی پوری کارروائی قلمبند کر کے شائع کی بلکہ اس پر "سعادت" میں پُرزور اداریہ اور مقالہ بھی تحریر کیا۔ اور تمام علمائے کرام کو اس نیک اقدام پر مبارکباد دیتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ فرقہ بندی اسلام کے خلاف ہے۔ قرآنی تعلیمات کے سراسر منافی ہے اور "سعادت" کی طرف سے اس تحریکِ اتحاد سے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ اس پر حضرت شیخ التفسیرؒ اور سید محمد داؤد غزنویؒ نے مجھے خطوط لکھے۔ جن میں میری خدمات پر تحسین فرمائی گئی۔ علمائے کرام کے اتحاد کا یہ سلسلہ جاری رہا تاآنکہ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت کا مرحلہ آ پہنچا۔ اس تحریک کے دوران مجھے روزنامہ آزاد لاہور کے رکنِ ادارہ کی حیثیت میں حضرت مولانا ابو الحسناتؒ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بلاشبہ مرحوم اس لحاظ سے ایک عظیم اور منفرد شخصیت تھے کہ ان کا قلب و ذہن فرقہ وارانہ جذبات سے بلند اور ماوراء تھا۔

افسوس کہ ۱۹۵۳ء کے بعد علمائے کرام کے درمیان اتحاد کی تحریک بتدریج ختم ہوتی رہی۔ اور خصوصاً سید محمد داؤد غزنویؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ، امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت سید ابو الحسناتؒ کے وفات پا جانے کے بعد اس تحریکِ اتحاد کو وسیع پیمانے پر چلانے کے لیے کسی گوشہ سے ادنیٰ حرکت نہیں کی گئی۔ بلکہ مختلف مکاتیبِ فکر کی طرف سے فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دے کر انتشار بین المسلمین ہی کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

آج وطنِ عزیز جس نازک دور سے گزر رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ مغربی پاکستان کے ہر گوشے سے یہ آواز بلند کی جائے کہ اس ارضِ پاک میں رہنے والے نہ افغان ہیں نہ بلوچ نہ سندھی ہیں نہ پنجابی — یہ سب لوگ اوّل اور آخر مسلمان ہیں اور ان کے درمیان ناقابلِ شکست رشتۂ اخوت قائم ہے۔ علمائے کرام پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ ہر قسم کے نسل و رنگ اور صوبائی یا فرقہ وارانہ جذباتِ منافرت کو ختم کر کے عامۃ الناس کو اسلام کے نام پر، خدا کے نام پر، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی پر متحد کریں۔ اور اس ملک میں جسے لا الٰہ الا اللہ کے نعرہ پر حاصل کیا گیا تھا ایک مثالی اسلامی ریاست بنا کر دم لیں نیز شیعہ سنّی، دیوبندی، اہلحدیث کے لیبل

(باقی صفحہ پر)



قسط نمبر (۱۰)

تحریر: مجاہد الحسینی

مشاہداتِ حجاز

حج کے موقع پر پاکستانی حاجیوں کی رہنمائی کے لیے کوئی انتظام نہیں ہوتے

معلموں اور ان کے ایجنٹوں کی غیر تسلی بخش کارکردگی کا احتساب ضروری ہے

علماء کرام اور دینی اداروں کو عازمین حج کی رہنمائی کے مراکز قائم کرنے چاہئیں

پاکستانی سفارت خانے کی اس دعوت سے فارغ ہو کر جب اپنی قیام گاہ کی طرف واپس ہوتے تو راستہ میں ایک مقام پر چند پاکستانی معمر عورتوں کو سرِ راہ خیموں کے ساتھ بیٹھے دیکھا۔ وضع قطع اور لباس سے ہم نے انہیں پہچان لیا کہ وہ پاکستانی عورتیں ہیں ان سے سبب دریافت کیا کہ یہاں کیوں بیٹھی ہیں تو انھوں نے بتایا کہ وہ اپنی قیامگاہیں بھول گئی ہیں انہیں اپنے ٹھکانوں کے متعلق کوئی معلومات نہ تھیں۔ ہم نے ان کی رہنمائی کے لیے حتی المقدور کوشش کی مگر ناکامی کے بعد ہم نے انہیں پاکستانی سفارتخانہ کی راہ بتائی۔

منیٰ اور عرفات میں حاجیوں کی گمشدگی اور اپنی قیامگاہوں کو فراموش کر دینے کا مسئلہ زبردست اہمیت رکھتا، زبان سے ناواقفیت اور خیموں کی یکسانیت کے باعث صرف دیہاتی مردوں اور عورتوں ہی کو پریشانیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا عام ہوشیار اور تعلیم یافتہ حضرات بھی وہاں بھول جاتے ہیں اور بسیار کوشش کے بعد اپنی قیامگاہوں یا اپنے ساتھیوں کو تلاش کر لینے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ گمشدہ یا بھٹکے ہوئے افراد کی رہنمائی کے لیے نہ تو ان کے معلموں کی طرف سے کوئی انتظام ہوتا ہے اور نہ ہی پاکستان کے سفارت خانے کی جانب سے۔ پاکستان میں یہ بات اکثر سننے میں آتی تھی کہ کراچی میں انجمن خدام النبی کے رضاکار حجاج کی رہنمائی کے لیے وہاں پر ایسی خدمات انجام دیتے ہیں لیکن عملی دنیا میں وہاں اس کا کوئی تصور بھی موجود نہ تھا۔

عرفات اور منیٰ میں خیموں کی تنصیب کے وقت اگر "پاکستان" کے امتیاز کے لیے بلند مقام پر جھنڈا نصب ہو جاتے اور تمام پاکستانی حاجیوں کے خیمے اس کے ارد گرد لگائے جائیں تو ممکن ہے حاجیوں کی مشکلات دور ہو جائیں۔

اس سلسلہ میں حجاج کی رہنمائی کے لیے ایام حج سے قبل پاکستان کے وزیر حج اور سفارت خانے دونوں کو اپنے ملک کے حاجیوں کے لیے معلموں کے انتظامات کا جائزہ لینا چاہیئے اور اگر انتظامات غیر تسلی بخش ہوں تو حکومت سعودیہ کو باقاعدہ حکومتی سطح پر ان کی اصلاح کرانی چاہیئے۔ جیسا کہ امسال پاکستانی حج وفد کے قائد مولانا کوثر نیازی سے جب اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو انھوں نے اعتراف کیا کہ بعض معلموں نے واقعی پاکستانی حجاج سے "فیس معلمی" تو وصول کر لی مگر ان کے لیے کسی نوعیت کا بھی کوئی انتظام نہیں کیا جا سکا۔ چنانچہ حکومت پاکستان آئندہ سال ایسے معلموں کو بلیک لسٹ کرنا چاہتی ہے۔ اور حکومت سعودیہ کو اس نازک معاملہ کی طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرایا جائیگا!

• معلم اور ایجنٹ

معلموں کے حسنِ انتظام کا تمام تر دارومدار ان کے کارندوں، وکیلوں اور ایجنٹوں پر ہے پاکستان میں نہ تو دینی اور مذہبی ادارے اور علماء کرام اس سلسلہ میں کوئی ٹھوس کام کر رہے ہیں اور نہ ہی حکومت کی سطح پر اس کا کوئی معقول انتظام موجود ہے۔

علماء کرام اپنے خطبوں اور تقاریر میں حج کی فضیلت بیان کر کے لوگوں کو حج بیت اللہ کی عظمت کا احساس دلاتے ہیں۔ اور حج و زیارت روضۃ الرسولؐ کے لیے ایک تحریک پیدا کرتے ہیں مگر جب کوئی شخص حج و زیارت کے لیے رختِ سفر باندھنے کا عزم کرے تو علماء کرام اور دینی ادارے لاتعلق ہو جاتے ہیں اور یہ کام "معلمات حج" کے عنوان پہ کام کرنے والے ایجنٹوں کے سپرد ہو جاتا ہے۔ ان ایجنٹوں کی حکومت کی طرف سے کوئی رجسٹریشن نہیں ہوتی وہ عازمین حج سے رقم وصول کر کے جو چاہیں کریں ان میں سے کئی تو اچھی شہرت کے ایجنٹ ہیں اور کسی مرحلہ میں بھی ان کی خدمات نظر انداز نہیں کی جا سکتیں مگر بعض مفلوک الحال اور تہی دست افراد ایام حج میں معلمات حج کے نام پر چرخے کا بینر آویزاں کر کے عازمین حج سے رقوم وصول کرنے لگ جاتے ہیں اور من مانی کارروائیاں کرتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے اگرچہ ایجنٹوں کی رجسٹریشن کا اعلان کیا گیا تھا مگر بعد میں اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ جس طرح سعودی عرب میں معلموں کا کاروبار حکومت کی باقاعدہ منظوری کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر کوئی بدعنوانی ہو تو اس سے باز پرس کی جا سکتی ہے اسی طرح پاکستان میں بھی حج کے عنوان پر کام کرنے والوں کی باقاعدہ رجسٹریشن ہونی چاہیئے اور حکومت ان سے معقول رجسٹریشن فیس وصول کرے "تاکہ اگر کوئی ایجنٹ "ہیرا پھیری" کا ارتکاب کرے تو حکومت اس کی رجسٹریشن فیس ضبط کرنے کی اور احتساب کی مجاز ہو۔ اور عازمین حج کو کسی قسم کی مالی پریشانیوں کا شکار نہ ہونا پڑے۔ جہاں تک غیر پسندیدہ اور ناموزوں معلموں کو پاکستان میں بلیک لسٹ کرنے کا سوال ہے اس سلسلہ میں حکومت کو سفارتی سطح پر حکومت سعودیہ سے گفتگو کرنا ہوگی اور اس مسئلہ کو خالصۃً اسلامی اخوت اور ایک دینی فریضہ کو بطریق احسن ادائیگی کے انتظامی جذبہ کے تحت طے کرنا ہوگا اور اس سلسلہ میں علماء کرام اور دینی ادارے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ تقریر و وعظ کے ساتھ ساتھ حج و زیارت کے سلسلہ میں فرزندانِ اسلام کی رہنمائی تعلیم و تربیت کے باقاعدہ ادارے قائم کر کے ٹھوس عملی کام کریں اور عازمین حج کو صرف معلموں اور ان کے ایجنٹوں کے رحم و کرم پر نہ چھوڑیں۔

غرضیکہ حکومتِ پاکستان کے وزیر حج کو حج پالیسی وضع کرتے وقت اس مسئلہ کی نزاکتوں اور عازمین حج کی ضرورتوں اور مشکلات کا احساس کر کے مؤثر تدارک کی کوشش کرنی چاہیئے۔

• وزارۃ الاعلام کی دعوت

۱۵ر جنوری کی اسی روز شام کو حکومت سعودیہ کے وزیر اطلاعات و نشریات السید ابراہیم العنقری کی طرف سے دنیائے اسلام کے مختلف صحافتی وفود ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے نمائندوں کے اعزاز میں دعوت کا اہتمام تھا اور وزارۃ الاعلام ہی کی بلڈنگ کی چھت پر اس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ تقریب نہایت باوقار طریق سے منائی گئی۔ مختلف وفود کے قائدین اور ریڈیو، ٹیلی ویژن کے

نمائندوں نے سفرِ حج کے سلسلہ میں حکومت سعودیہ کے حسنِ انتظامات کے بارے میں اپنے اپنے تاثرات بیان کئے۔ سعودی عرب کی دعوت پر پاکستان کے صحافتی وفد کے قائد مولانا محمد سعید نے اردو زبان میں تاثرات بیان کرتے ہوئے حکومت سعودیہ کے قابلِ تقلید اور لائق تحسین انتظامات پر ہدیہ تبریک پیش کیا۔ آپ نے اس تقریب میں بھی پاکستانی جنگی قیدیوں کی مظلومیت بیان کی اور بھارتی جارحیت کے سفاکانہ مظالم بیان کرتے ہوئے دنیائے اسلام کو متوجہ کیا کہ وہ جذبہ اسلامی اخوت کے تحت پاکستان کی بھرپور حمایت کریں اور پاکستان کے جنگی قیدیوں کی رہائی کے لیے بھارت کو مجبور کریں۔ مختلف وفود کی تقریر کے بعد وزارۃ الاعلام کی جانب سے تمام شرکاء کو تحائف پیش کیے گئے جن میں قرآن مجید، تسبیح، جائے نماز اور کھجور شامل تھیں ——— رات چونکہ سرد تھی اور مطلع ابر آلود تھا اس لیے یہ تقریب آدھی رات کو دعائے خیر پر اختتام پذیر ہوئی۔ ...

یادوں کے چراغ

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے میری پہلی ملاقات

مجاہد الحسینی

حضرت کی شفقت ومحبت بھرے مکتوبات گرامی

۱۹۵۱ء کا وہ دن بھی میری زندگی کا خوش بخت یوم تھا جب میں نے پہلی مرتبہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر نہایت ادب واحترام کی حالت میں قریباً گھنٹہ بھر ملاقات کا شرف حاصل کیا ویسے تو حضرت شیخؒ کی زیارت سے جالندھر میں مدرسہ خیر المدارس کے جلسہ کے موقع پر قیام پاکستان سے قبل ہی مشرف تھا۔ مگر علیحدگی میں بے تکلفانہ ماحول کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ ان دنوں راقم الحروف روزنامہ آزاد لاہور کے ایڈیٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا تھا اور مسئلہ ختم نبوت کے عنوان پر تحریک خوب زور پکڑ رہی تھی۔

اس دور کی حکمران جماعت مسلم لیگ کے قائدین میں سے بعض معروف شخصیتیں عقیدہ ختم نبوت کا برملا اظہار کر رہی تھیں قادیانی افسروں کی دھاندلیوں اور چیرہ دستیوں کے باعث سرکاری حلقے بھی سخت پریشان حال اور دل برداشتہ تھے، صنعت اور تجارت کے بڑے بڑے اداروں پر مرزائی قابض ہورہے تھے۔ فوج اور سول محکموں کی کلیدی آسامیاں بلا شرکت غیرے ان کے قبضہ وتصرف میں تھے غرضیکہ ہر طرف قادیانیوں کی جارحانہ سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ ٹھیک ان دنوں میری جب شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور میں نے اپنا تعارف کرایا تو حضرت نے شفقت ومحبت بھرے انداز میں مجھے گلے لگایا اور دیر تک تھپکی دیتے ہوئے میرے لیے دعا کرتے رہے۔ وہ دعائیہ جملے کچھ اس انداز کے تھے کہ آج بھی حضرتؒ کے وہ پیارے اور مقدس کلمات میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ حضرت میرے لیے دعا فرما رہے تھے اور میں زار وقطار روتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں آمین آمین کہہ رہا تھا ——— حضرت نے اپنے خادم خاص منشی گلزار احمد صاحب (موجودہ ناظم دفتر انجمن خدام الدین)، کو میرے لیے کھانے پینے کی اشیاء لانے کا حکم دیا۔ حضرت کے حکم کے مطابق دہی، سرخے، پاپے اور کلچے لائے گئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دستِ مبارک سے نوالے توڑ کر میرے حوالے فرماتے اور . . . . پھر چائے سے تواضع کی گئی ۔ : عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ واشاعت کے سلسلہ میں روزنامہ آزاد کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے حضرتؒ نے فرمایا کہ چالیس پچاس مبلغ ایک طرف اور آزاد میں آپ کی ایک تحریر ایک طرف جو کام پچاس مبلغ نہیں کرسکتے وہ تحریر کے ذریعے ایک شخص انجام دے سکتا ہے۔

پھر حضرت نے اپنے پمفلٹوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جو لوگ میرے درس میں شریک نہیں ہوسکتے اور شیرانوالہ مسجد میں جمعہ ادا نہیں کرسکتے ان کی رہنمائی، ان کے عقائد ونظریات کی درستگی اور ان کے باطن کی اصلاح کے لیے یہ چھوٹے چھوٹے پمفلٹ بڑا اچھا اثر ڈالتے ہیں ——— اور خداوند عالم کے فضل وکرم سے جس شخص نے بھی خلوص نیت اور توجہ کے ساتھ ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے ضرور صراط مستقیم اور جادہ حق پر گامزن کیا ہے۔

چھوٹے چھوٹے پمفلٹوں کے تذکرہ کے بعد جب حضرتؒ ذرا خاموش ہوئے تو میں نے دبی ہوئی آواز میں نہایت ہی ادب کے ساتھ عرض کیا۔ حضرت! اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو آپ کا خطبہ جمعہ مرتب کرکے آزاد میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا جائے ——— حضرتؒ نے فرمایا۔ کہ میرے نام کے ساتھ جو چیز شائع ہوگی وہ میں خود مرتب کروں گا تاکہ اس میں کسی قسم کا نہ تو ابہام ہو اور نہ غلط باتوں کا امتزاج۔

میں نے پھر عرض کیا حضرت: آپ کو تحریر کرنے میں دقت ہوگی آپ کا خادم ویسے بھی جمعہ کی نماز شیرانوالہ کی جامع مسجد ہی میں ادا کرتا ہے آپ کے خطبات کے ضروری نوٹ لے کر پھر انہیں مرتب کرکے شائع کردیا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ اپنی بات میں خود ہی مرتب کروں گا۔ اور بحمد اللہ احمد علی سارے کام اپنے ہاتھ سے ہی انجام دیتا ہے۔

حضرت شیخ التفسیرؒ کے اس فرمان کے بعد میرے لیے خاموشی کے سوا چارہ کار کیا تھا۔ ! پھر کچھ دیگر مسائل خصوصاً مجلس احرار اسلام کی جماعتی حیثیت کے بارے میں حضرت نے معلومات حاصل کیں۔

یہ ملاقات حضرت شیخؒ کے حجرہ میں ہوئی جو جامع مسجد شیرانوالہ کے شمالی جانب مدرسۃ البنات کی بلڈنگ میں واقع ہے۔ حجرہ کے باہر آپ کے چند معتقدین اور مریدین سراپا ادب واحترام تھے ان میں سے کسی نے دروازہ پر ہلکی سی دستک دی۔ تو حضرت شیخؒ نے فرمایا اچھا! انشاء اللہ ——— آئندہ جمعہ کو نماز کے بعد تحریر شدہ خطبہ گلزار احمد کے ہاتھ بھجوا دوں گا۔ چنانچہ حضرت شیخؒ سے مودبانہ اجازت لے کر سراپا ادب باہر آگیا حضرت شیخؒ الوداع کے لیے دروازے تک تشریف لائے۔

حسب پروگرام جمعہ کی نماز کے بعد حضرت شیخؒ نے پنسل سے لکھا ہوا اپنا خطبہ ارسال فرمایا انداز تحریر صاف اور خوش خط تھا۔ حضرت شیخؒ کا خطبہ جمعہ روزنامہ آزاد لاہور میں کیا چھپا اخبار کی کایا ہی پلٹ گئی۔ بذریعہ تار پرچوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ دفتر میں ایک مجمع کثیر ہمہ وقت موجود جو خطبے کا ایک نگاہ مطالعہ کرنے کے لیے بے چین ہے۔ حضرت کے فرمان کے مطابق مسودہ کتابت واشاعت کے بعد واپس کردیا جاتا تھا۔

(روزنامہ آزاد کی فائلوں میں تلاش کرکے انشاء اللہ کسی اشاعت میں حضرت شیخ لاہوریؒ کا آزاد میں شائع شدہ پہلا خطبہ جمعہ بھی پیش کیا جائے گا۔)

بعد ازاں حضرت شیخؒ نے پورے التزام کے ساتھ خطبہ جمعہ کی تحریر کا اہتمام

جاری رکھا اور مجھے کوئی موقع ایسا یاد نہیں کہ حضرت نے کسی جمعہ کو بیماری یا کاہلی اور سستی کا عذر کرکے خطبہ جمعہ اشاعت کے لیے نہ دیا ہو۔

حضرت شیخ کا معمول تھا کہ صبح درس قرآن مجید سے فراغت پاکر اپنے مرید خاص حاجی دین محمد صاحب کے ہاں بادامی باغ لاہور میں تشریف لے جاتے اور خطبہ وغیرہ تحریری کام وہیں انجام پاتا۔ حتیٰ کہ یہ مقدس سلسلہ آپ کی زندگی کے آخری دم تک قائم رہا۔

پھر جب ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران روزنامہ آزاد لاہور کی اشاعت سال بھر کے لیے خلاف قانون قرار دیدی گئی اور مجھے سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کرکے جیل کی سلاخوں میں جکڑ دیا گیا تو خطبے کی اشاعت کا سلسلہ مجبوراً بند ہوگیا۔ بعد ازاں جب ایک سال کے بعد جیل سے رہائی ملی اور آزاد کی جگہ روزنامہ نوائے پاکستان شائع ہونے لگا تو حضرت شیخ نے از راہِ شفقت خطبہ جمعہ کی اشاعت کا سلسلہ پھر شروع فرمایا۔ ان دنوں حضرت شیخ لاہوریؒ نے راقم الحروف کے نام جو مکتوبات گرامی ارسال فرمائے ان میں سے ایک مکتوب کا عکس پیش خدمت ہے۔

"یادوں کے چراغ" کے عنوان سے انشاء اللہ حضرت شیخؒ اور دیگر بزرگوں سے ملاقاتوں کے تاثرات شریک اشاعت کیے جائیں گے۔



۲۲ اگست ۱۹۵۶ء

میرے پیارے اور اسم بامسمی "مجاہد الحسینی" زیدت معالیکم

از احقر الانام احمد علی عفی عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حاجی مودودی صاحب کے متعلق ایک چند سطرہ مضمون ارسال خدمت ہے۔ امید ہے۔ کہ اپنے جریدہ حامی حق ماحی باطل "نوائے پاکستان" میں اسے شائع کرکے ممنون فرمائینگے۔ میری دلی دعا ہے۔ کہ یہ جریدہ اسی مقصد کا علمبردار ہوکر تا ابد زندہ اور درخشندہ رہے۔ بشرطیکہ آپ ایسے حضرات کی سرپرستی کا شرف اسکی ہر سطر اسکے ہر فقرہ اور ہر کلمہ کو نصیب ہو۔ آمین یا الہ العالمین

بقیہ: خطبہ جمعہ

آنے والے حکمران نہ امریکی نظام حکومت اختیار کر سکے نہ برطانوی جمہوریت اپنا سکے سوشلزم کی بھی وہ باتوں کے سوا کچھ نہ کر سکے لیکن ان نظاموں کی تمام خرابیاں انہوں نے قوم کے سر پر ڈال دیں۔ آزادیٔ رائے اور جمہوریت کی باتیں کرنے کے باوجود جب تک وہ لوگ اقتدار سے محروم نہیں ہوگئے بادشاہ نہیں بلکہ شہنشاہ بنے بیٹھے رہے حالانکہ بادشاہت اور شہنشاہیت کا تصور اسلامی حدود سے باہر ہے بادشاہ اور شاہنشاہ صرف اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔ اسلام میں اگر کوئی شہنشاہ بن سکتا تو سب سے پہلے شہنشاہ سید الانبیاء جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے لیکن آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ مَلِكُ الأَمْلَاكِ (انسانوں کے لیے استعمال ہونے والے ناموں میں سے) قبیح ترین نام ہے۔ مَلِكُ الأَمْلَاكِ (شہنشاہ) صرف ذات باری تعالےٰ ہے۔ اس لیے شہنشاہیت بھارت میں ہو یا چین میں، افغانستان میں ہو یا ایران میں، ترکی میں ہو یا پاکستان میں۔ کسی جگہ بھی اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کہتا ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ حکم صرف اللہ کا ہے۔ کسی شخص کو دوسرے انسانوں پر اپنی مرضی ٹھونسنے اور من مانی کرنے کی اجازت نہیں — اسلام کہتا ہے اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ انصاف کرو یہی بات تقوے کے زیادہ قریب ہے۔

اسلام ظلم و استبداد اور جارحیت و ستم رانی کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ لاقانونیت، دھونس دھاندلی اور اقتدار کے بل بوتے پر جو لوگ دوسروں کی آواز دبا کر اور مفلس و مفلوک الحال لوگوں کی آہوں اور سسکیوں پر پردہ ڈال کر "امن" قائم کرنے کا خیال رکھتے ہیں وہ احمقوں کی جنت میں بستے ہیں انہیں گزرے ہوئے واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور جبر و تشدد کے بجائے ایثار و قربانی اور تحمل و بلند حوصلگی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اسی میں ملک کا اور ملک کے تمام افراد کا فائدہ ہے۔ جبر و تشدد سے مسائل حل ہوں گے نہ امن قائم ہوگا نہ ملک مستحکم ہوگا اور نہ ہی دوسروں کی نگاہ میں ملک و قوم کی کوئی قدر و منزلت باقی رہے گی۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق بخشے اور ملک و قوم کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: مقدس مشن

اوّل تو اپنی پیشانیوں سے آثار چھینکیں اور اگر کسی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور کریں کہ کسی بھی لیبل کو "فرقہ" کے نام سے نہ پکاریں بلکہ انہیں مختلف مکاتیب فکر کا نام دیں اور جملہ مکاتیب فکر کے مقتدر علماء کرام ایک متفقہ فتوے شائع کریں جس میں فرقہ وارانہ منافرت کو شرک قرار دے کر سب کلمہ گو اور ختم نبوت پر ایمان رکھنے والوں کو مسلمان قرار دیا جائے۔ اور تکفیر بازی کی مہم کو یکسر ختم کر دیا جائے — یہی حضرت شیخ التفسیرؒ کا مسلک تھا یہی حضرت ابوالحسناتؒ کی آرزو تھی اور یہی ہر مکتب فکر کے علمائے کرام کی تمنا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ایک اور نیک بنا دے (آمین)

قاری عبدالکریم میلسی

آدابِ قرآن مجید

۱۔ جاننا چاہیے کہ حق تعالےٰ جل شانہٗ نے ہر شئے میں کچھ نہ کچھ خواص و فوائد رکھے ہیں اور وہ اسی وقت ظاہر ہوتے ہیں کہ جب اس شئے کو اس کے آداب اور قواعد کے ساتھ صحیح طور سے استعمال کیا جائے ورنہ بے اثر ہے چنانچہ قرآن مجید کے لیے بھی آداب اور قواعد ہیں۔ مشہور آداب یہ ہیں :۔
یہ کہ وضو کر کے قبلہ رو پاک جگہ بیٹھ کر اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو کر عجز و تواضع کے ساتھ تلاوت کرے۔ گو بے وضو بھی قرآن شریف کو ہاتھ لگائے بغیر پڑھنا جائز ہے لیکن ناپاکی کی حالت میں ہاتھ لگانا اور پڑھنا دونوں ناجائز ہیں۔

۲۔ اللہ تعالےٰ کی رضا کی نیت ہو اور یہ خیال کرے کہ میں اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوں اور اس کو سنا رہا ہوں اور پڑھنے میں ایسا متوجہ ہو کہ دوسرے خیالات نہ آئیں۔

۳۔ تلاوت کے وقت نہ ہنسے نہ کھیلے کیونکہ یہ بہت بے ادبی کی بات ہے۔ درمیان میں کسی سے بات چیت نہ کرے۔ اگرچہ سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر کوئی ضرورت پیش آ جائے تو قرآن مجید بند کر کے بات کرے۔ پھر اعوذ باللہ پڑھ کر دوبارہ تلاوت شروع کرے تلاوت کرنے والے کو سلام نہ کرنا چاہیے۔ اور اگر کسی نے اس کو سلام کیا تو اس پر جواب دینا ضروری اور واجب نہیں۔

۴۔ تلاوت کے وقت خوشبو استعمال کرے اگر میسّر ہو ورنہ مسواک اور وضو ہی کافی ہے اور حسب توفیق لباس صاف اور بہتر پہن کر سکون اور وقار کے ساتھ بیٹھے جس طرح مشائخ اور بزرگوں کی خدمت میں ہم بیٹھتے ہیں۔

۵۔ تلاوت آہستہ اور زور سے دونوں طرح جائز ہے۔ مگر جہاں جو مناسب ہو اسی طرح مستحب ہے۔ تلاوت کے آخر پر یہ کلمات پڑھے
صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

۶۔ خوش الحانی۔ خوش الحانی کے معنی یہ ہیں کہ سننے والے کی طبیعت قرآن مجید کی طرف مائل ہو جیسا کہ عرب والے پڑھا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کے متعلق احادیث بکثرت آئی ہیں ان میں چند احادیث لکھی جاتی ہیں :

اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَ اَصْوَاتِھَا (رواہ النسائی و مالک فی الموطا)
قرآن شریف کو اہل عرب کے لہجوں میں اور آوازوں کی طرح پڑھو۔ (روایت کیا اس کو نسائی اور مالک نے موطا میں)

زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ
زینت دو تم قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ (رواہ احمد ابوداؤد و ابن ماجہ والدارمی)

حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ یَزِیْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا۔
زینت دو تم قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ اس لیے کہ اچھی آواز قرآن شریف کے حسن کو زیادہ کرتی ہے۔ (رواہ الدارمی)

چنانچہ ہمارے علماء و فقہاء فرماتے ہیں ۔۔ کہ قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھنا مستحب و مستحسن اور مسنون ہے۔

غرضیکہ اگر قرآن شریف کو حروف کے مخارج اور صفات کا لحاظ رکھتے ہوئے تجوید کے قاعدے کے ساتھ لہجے کے ساتھ پڑھا تو مستحب و مسنون ہے ورنہ ناجائز۔

تنبیہ : افسوس اس امر کا ہے کہ آج کل لوگوں نے مقصود بالذات خوش آوازی اور لہجے کو بنا رکھا ہے۔ قواعد تجوید کی بالکل پروا نہیں کرتے حتیٰ کہ بعض معلمین کو بھی اس کا احساس نہیں۔ وہ شروع ہی سے لہجے کی مشق کرانے لگتے ہیں۔ حالانکہ پہلے مخارج حروف اور صفات لازمہ کی تعلیم دینا ضروری امر ہے۔ اس کی تفصیل "القول الجمیل" میں مع حوالہ کتب معتبرہ تحریر کی گئی ہے۔

★

مراسلہ

مودودی صاحب کا ایک اور رُخِ کردار

برادر مکرم مولانا مجاہد الحسینی صاحب مدظلہٗ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپ نے خدام الدین میں تحریک ختم نبوت کا ذکر خیر کر کے پرانی یادوں کو پھر زندہ کیا ہے۔ آپ ان دنوں مودودی صاحب کے رخ کردار کی وضاحت کر رہے ہیں۔ میں صرف آپ کی تائید میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ جب مارچ ۵۳ء میں مسجد وزیر خاں لاہور صرف مارشل لا بلکہ کرفیو کے زیر سایہ بھی تھی۔ انہیں دنوں میں مسجد وزیر خاں سے اتفاقاً دفتری ضرورت کی وجہ سے مسجد سے باہر تھا تو آخر تین راتیں شہر لاہور کے مختلف کونوں میں گزاریں۔ ایک رات اچھرہ میں بھی گزاری اور مودودی صاحب سے ملاقات بھی کی۔ میں نے مسجد وزیر خاں میں رضا کاروں پر جو گزر رہی کہانی مودودی صاحب سے کہی تو انہوں نے قطعاً کوئی توجہ نہ دی۔ یہ کہہ کر کوئی اقدام کرنے کو تیار نہ ہوئے کہ مارشل لا ہے۔ میں نے ہزار کہا کہ تحریک کے قائدین میں صرف آپ باہر ہیں کچھ کریں۔ مگر اطمینان سے اپنی کرسی پر بیٹھ کر تحریر میں مشغول رہے اور تحریک کے لیے کوئی بھی قدم نہ اٹھایا اور نہ ہی کوئی مشورہ دیا۔

آپ سوچیں جو شخص ختم نبوت کے پروانوں کو آتش نمرود میں کودتا دیکھ رہا ہو اور وہ اپنے دفتر میں کاغذ پر تحریروں میں مصروف ہو ایسے تحریک سے کیا ہمدردی ہوگی۔ افسوس صد افسوس کہ اس موقعہ پر سیکرٹریٹ پورا تو بند ہوگیا مگر مودودی صاحب کا ذاتی دفتر بند نہ ہو سکا اور شمع رسالت کے پروانوں کے لیے صرف زبانی بیان تک بھی دینا گوارا نہ کیا۔

نیز آپ کو علم ہے کہ ہم دونوں ان دنوں لاہور ہی تحریک کے کاموں میں مشغول تھے انہیں دنوں کی بات ہے غالباً ۵۴ء کا آخر یا ۵۵ء کا آغاز تھا کہ مولانا قاضی احسان احمد صاحب مرحوم لاہور تشریف لائے۔ جہاں ہم نے دیگر زعماء اور افسروں سے ملاقاتیں کر کے مرزائیت کی حقیقت آشکارا کی تھی وہیں مودودی صاحب کی خواہش پر ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حوالجات اصل تصنیفات مرزائیہ سے دکھائیں۔ ازاں بعد مودودی صاحب نے سیاق و سباق دیکھنے کی غرض سے کتب اپنے پاس رکھ لیں۔ اطمینان کے بعد ہمارے بتائے ہوئے حوالجات کو ترتیب دے کر مودودی صاحب نے قادیانی مسئلہ تحریر کیا اور قاضی صاحبؒ کا ذکر تک بھی نہ کیا۔ کسے کیا خبر کہ ہمارے بزرگوں نے کہاں کہاں پہنچ کر کام کیا اور یار لوگوں نے ان کی سعی بلیغ پر کس طرح پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

نوٹ : قاضی صاحب مرحوم مودودی صاحب کی دعوت پر پہنچے تھے جو کہ انہوں نے بذریعہ تار دی تھی تاکہ مودودی صاحب قاضی صاحب مرحوم سے مسئلہ مرزائیت کما حقہٗ سمجھ لیں۔

(غلام مصطفیٰ غفرلہٗ دارالعلوم مدنیہ بہاولپور)

تاریخ کے اوراق

جنگِ داہر: تاریخ سندھ کا ایک باب

ابوسعید طالب

یہ جنگ ۹۳ ہجری میں اسلامی سپہ سالار محمد بن قاسم اور والیٔ سندھ راجہ داہر کے درمیان ہوئی۔ جنگ کی اصل وجہ ایک نحیف و ناتواں مسلم خاتون کی پکار تھی جس میں عرب خاتون نے "اغثنی یا حجاج" یعنی اے حجاج میری فریاد کو پہنچ، کے الفاظ کہہ کر اسلامی سلطنت کے پایہ تخت کو لرزا دیا۔ اور حکومت اسلامیہ کے خلیفہ کو مجبور کر دیا کہ وہ ان قیدیوں کو جو راجہ داہر کی قید میں بے بس اور مظلوم ہو کر رہ گئے تھے رہا کرنے میں اپنی مقدور بھر کوشش کرے۔

خلیفۂ وقت ولید بن عبدالملک نے اپنے گورنر "حجاج بن یوسف" کو حکم دیا کہ وہ ایسی فوج تیار کرے جو مسلم قیدیوں کو اس ظالم حاکم سے چھٹکارا دلائے اور اس کو قرار واقعی سزا دے۔ حجاج بن یوسف نے اتمام حجت کے لیے پہلے ایک سفارت والیٔ دیبل کی طرف بھیجی جب یہ اسلامی سفیر راجہ داہر کے دربار میں پہنچے، راجہ داہر سنہری تخت پر براجمان تھا۔ بڑی بڑی مونچھیں موٹا تازہ جسم ایک پہلوان سا معلوم ہوتا تھا۔

جب اسے عربی سفارت کی اطلاع ملی تو سنبھل کر بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ اسے اندر لے آؤ۔ عربوں کو دیکھتے ہی اس کا ماتھا شکن آلود ہو گیا۔ بولا۔

کیسے آئے۔ اور کس کا پیغام لائے ہو۔

امیر سفارت نے کہا۔

راجہ! ہم حجاج بن یوسف کی جانب سے آئے ہیں، ہمارے امیر نے کہا ہے کہ عربوں کا ایک جہاز بندرگاہ دیبل (کراچی) میں لوٹا گیا ہے آپ یہاں کے حاکم ہیں اس جہاز کا سامان اور گرفتار شدہ افراد واگذار کر دیں اور مجرموں کو سزا دیں۔" راجہ داہر نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا کہ اپنے امیر سے کہو کہ لٹیرے بحری قزاق ہیں جو میری اطاعت سے باہر ہیں اس لئے میں اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا۔

سفارت ناکام واپس لوٹی، حجاج کو راجہ داہر کا پیغام پہنچایا گیا۔ حجاج یہ جواب سن کر تڑپ اٹھا اس نے عبیداللہ بن نبہان کو حکم دیا کہ دیبل پہنچ کر اپنے مظلوم بھائیوں کو ظالم کے پنجے سے چھڑاؤ۔ عبیداللہ تھوڑی سی فوج لے کر دیبل پہنچا۔

سامنے سندھی فوج کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے، مقابلہ ہوا بڑی بے جگری سے لڑا مگر سندھی فوج نے مسلمان فوج کو جام شہادت پلا کر ختم کر دیا۔

اس مہم کی ناکامی سے حجاج تلملا اٹھا اسے اپنی مسلمان بہن کی فریاد ابھی بھولی نہ تھی جو قید تنہائی میں اسے اغثنی یا حجاج! اغثنی یا حجاج! کہہ کر پکار رہی تھی اور وہ اس کے جواب میں تصور ہی تصور میں لبیک! لبیک! میں آیا، میں آیا، کہہ رہا تھا۔

اس دفعہ اس نے عمان کے حاکم بدیل کو ۳۳۰۰ فوجی دے کر بھیجا اور اس دفعہ بھی افواج شکست سے ہمکنار ہو گئیں جب اس ناکامی کی خبر حجاج کو ملی تو اس کا چہرہ انار کلی کی طرح سرخ ہو گیا۔ غصے کے عالم میں کمرے میں ٹہلنا شروع کیا اور ترکستان کے حاکم قتیبہ کو پیغام بھیجا کہ خود آؤ یا کسی تجربہ کار جرنیل کو بھیجو۔

قتیبہ خود تو نہ آیا مگر اس نے ایک سترہ سالہ نوجوان کو امیر کی خدمت میں بھیج دیا۔ جب یہ نوجوان بصرہ میں حجاج کے دربار میں پہنچا تو خادم اندر گیا اور اطلاع دی اور حجاج نے اندر طلب کیا۔

سپاہی زادہ اندر داخل ہوا اور کہا۔

السلام علیکم یا امیر!

حجاج نے دیکھا، ایک نوجوان، عنفوان شباب میں سرمست، گورا چٹا، دبلا پتلا، مسیں بھیگی ہوئیں چہرے پر جلال، آنکھوں میں چمک، سر پر خود، فوجی وردی میں ملبوس کھڑا مسکرا رہا ہے۔

حجاج نے پوچھا کون ہو!

نو وارد نے کہا قتیبہ کا ایلچی ہوں۔

تمہیں کیوں بھیجا ہے — حجاج نے کہا۔

آپ کے حکم کے مطابق — سپاہی زادے نے جواب دیا۔

میں نے اسے حکم دیا تھا کہ خود آؤ یا کسی تجربہ کار جرنیل کو بھیجو۔

مجھے اسی خدمت کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ سپاہی زادے نے کہا۔

تم ایسے کمسن اور ناتجربہ کار لڑکے کو بھیج کر قتیبہ نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے۔ حجاج نے کہا۔

جس طرح اس نے مجھ پر اعتماد کیا ہے اسی طرح آپ بھی مجھ پر بھروسہ کریں۔ میں رموز جنگ سے خوب واقف ہوں۔ آپ قطعاً فکر نہ کریں۔ نوجوان نے تسلی آمیز لہجہ میں کہا۔

حجاج نے کئی طرح سے اس کی ذہانت کا امتحان لیا۔ میدان جنگ کا نقشہ اس کے سامنے رکھا۔ اور مختلف سوالات کر کے اس کی قابلیت کو پرکھا۔ اور جب ہر جواب بالصواب پایا تو حجاج حیران رہ گیا اور پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔

"محمد بن قاسم" سپاہی زادے نے کہا

عمر؟ حجاج نے پھر سوال کیا۔

ساڑھے سولہ سال۔ محمد بن قاسم نے جواب دیا۔

آخرش حجاج نے ایک لشکر ترتیب دیا اور محمد بن قاسم کو اس لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔

یہ مجاہدین منزل بہ منزل چلتے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے منزل رواں ہوئے۔ راستہ میں کئی ایک جنگیں ہوئیں جن میں مجاہدین اسلام فتح و کامرانی حاصل کرتے ہوئے جے پور کے گاؤں میں راجہ داہر کی فوج سے صرف ڈیڑھ میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہو گئے۔ دونوں طرف سے لڑائی کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔

دوسری صبح مجاہدین نے نماز سے فارغ ہو کر ہر طرح کا سامان درست کیا۔ ادھر آفتاب نکلا ادھر سندھ کا لشکر فوج کے ساتھ نمودار ہوا۔ ڈھول بجا، نرسنگھا پھونکا، جے سندھ کے نعرے لگاتا آگے بڑھا۔ مجاہدین بھی تیار تھے تیر تان کر ہوشیار ہو گئے۔ لڑائی شروع ہو گئی دونوں طرف کے بہادر اپنی بہادری دکھانے لگے۔ شام تک لڑائی جاری رہی۔

مجاہدین نے دشمنوں کو ہر طرف سے گھیر گھیر کر مارا۔ کافی کھیت رہے مگر انہوں نے ہار نہ مانی یہاں تک کہ سورج چھپ گیا۔

لڑائی بند ہوئی تو فریقین اپنے اپنے کیمپوں میں چلے گئے مجاہدین نے نماز پڑھی کھانا کھایا اور ریت پر ہی دراز ہو گئے۔

راجہ کے تھکے ہارے زخمی سپاہی اس کے پاس پہنچے صبح کی بپتا سنائی۔ راجہ نے اپنی فوج کی تعریف کی مگر دل ہی دل میں پریشان ہوا کہ ہے رام! یہ عرب تو ہیں کہ بصورت بظاہر جیسے پتلے لٹریاں نکلی ہوئی مگر میدان جنگ میں اتنے نڈر، اتنے بہادر، اتنے تلوار کے دھنی اور اتنے نیزے کے ماہر، حملہ کرنے میں شیر، ڈیفنس میں مستقل مزاج اور دلیر، ان کو شکست دینا کارے دارد والا معاملہ ہے۔ دوسرے دن صبح ہوئی تو دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئیں۔

سندھی تیر اندازوں نے اپنا کام شروع کیا اور بڑھ بڑھ کے حملے کرنے شروع کیے۔ مجاہدین نے سندھیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ لیا اور پیچھے دھکیل دیا مگر وہ پھر بڑھتے، یہ پھر واپس دھکیل دیتے اور اسی طرح میدان کارزار گرم سے گرم ہوتا گیا اور لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ خون کے دھارے بہہ نکلے اتنے میں آدھا دن گزر گیا سورج سر پہ آ گیا۔ گرمی اور لو کے بگولے صحرا میں ناچنے لگے۔

ہندو پکار اٹھے...... دیوتا! دیوتا! مہاراج آؤ ہماری کھٹنی کاٹو! ہے دیوتا مہاراج جلدی آؤ اور نعرے

لگانے شروع کئے۔ "جے رام کی جے" "جے سندھ" "ہماری سینا کی جے" "راجہ داہر کی جے" مجاہدین نے بھی نعرہ تکبیر سے ان کا استقبال کیا، گھمسان کا رن پڑا۔ مجاہدین بڑھتے گئے اور کافر دبتے گئے، شام ہونے کے قریب تھی کہ سندھی بھاگ کھڑے ہوئے اور لاشوں کے ڈھیر پیچھے چھوڑ گئے۔ آج دوسری شکست تھی۔

راجہ داہر نے لڑائی کا حال سنا تو وزیر سی ساکر کو طلب کیا۔ اور کہا۔

منتری جی! یہ عرب تو عجیب جنگجو ہیں نہ انہیں گرمی ستاتی ہے نہ پیاس سے گھبراتے ہیں۔ آج بھی ہمارے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ ہمیں شکست پر شکست مل رہی ہے۔ کوئی اس کا مداوا سوچئے وزیر نے کہا۔

تھوڑی تھوڑی فوج بھیج کر لڑنا مناسب نہیں اس سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ سب فوج سے حملہ کر کے ان کو نیست و نابود کر دیا جائے۔

راجہ نے کہا ہماری کتنی فوج موجود ہے اور دشمن کی فوج کتنی ہے۔

ہمارے پاس تو وزیر نے کہا

جنگی ہاتھیوں کی تعداد	۱۰۰۰
مسلح زرہ پوش	۱۰،۰۰۰
پیادہ فوج	۳۰،۰۰۰
جے سنگھ راجہ داہر کے لڑکے کی فوج	۱۰،۰۰۰
ٹھاکروں کی فوج	۱۰،۰۰۰
نئی بھرتی	۱۵،۰۰۰
میزان	۷۵،۰۰۰

راجہ اپنی فوج کی تعداد سن کر خوشی سے اچھل پڑا اس کی آنکھیں چمک اٹھیں، پان کا بیڑہ منہ میں ڈالا اور بولا۔ منتری جی! اب ہم محمد بن قاسم کو ضرور شکست دیں گے اس کے پاس اتنی فوج کہاں! پھر راجہ قدرے رازداری کے سے انداز میں بولا۔

منتری جی! اب ذرا دشمن کی فوج کا حساب بتاؤ سی ساکر وزیر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

مصعب بن زبیر کی فوج	۴۰۰۰
محمد ثقفی کی فوج	۴۰۰۰
سلیمان قریشی کی فوج	۶۰۰
عطیہ طفلی کی فوج	۵۰۰
ذکوان بکری کی فوج	۱۵۰۰
نبانہ بن حنظلہ کی فوج	۱۰۰۰
نفت انداز	۹۰۰
معکہ بن لیباسہ کی فوج	۳۰۰۰
میزان	۱۵۵۰۰

یہ سن کر راجہ بہت خوش ہوا کہ ایک مسلمان کے مقابلے میں ہمارے پانچ جنگجو سپاہی ہیں۔ ہم ان کو چن چن کر قتل کر دیں گے۔ اور سرزمین سندھ کو ان ملیچھوں کے ناپاک قدموں سے پاک کر دیں گے۔

صبح ہوئی تو راجہ داہر نے اپنی فوج مرتب کی اور خود سفید ہاتھی پر سج دھج سے سوار ہوا۔ ہودج سونے چاندی سے منڈھا ہوا تھا۔

راجہ نے اپنے ساتھ تین محبوب، دلفریب حسین خواصیں بٹھائی ہوئی تھیں ایک تیر دیتی تھی دوسری پان کی گلوری اور تیسری جام شراب، ہر طرح سے تیار ہو کر باہر نکلا۔ نقارہ جنگ پر چوٹ پڑی سیاہ ہاتھیوں کی فوج آگے رکھی، دس ہزار مسلح زرہ پوش اس کے عقب میں رکھے تیس ہزار پیادہ فوج کو میمنہ میسرہ پر لگایا۔

ٹھاکروں اور سرداروں کا جم غفیر ساتھ لیا اور باقی فوج پیچھے رکھی۔ جوتشی کو بلایا۔ شگون پوچھا اور اس نے بتایا فتح تو عربوں کے ہاتھ معلوم ہوتی ہے۔ زہرہ ستارہ آپ کے سامنے اور عربوں کے پیچھے ہے۔ راجہ ملول ہوا پریشان ہو کر پوچھا۔

پھر کیا کریں؟

مہاراج فکر کی کوئی بات نہیں زہرہ کی مورتی ہودج کے پیچھے باندھ لیجئے جوتشی نے جواب دیا۔

راجہ نے اسی طرح کیا جس طرح جوتشی نے بتایا تھا یہ ۹ر رمضان ۹۳ھ کا دن تھا۔ اسلامی لشکر جوش جہاد میں شوق شہادت کے نشہ میں تیار ہو کر مقابلہ میں آیا۔

لڑائی شروع ہوئی اور شام تک بہادر اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے رہے۔ کشتوں کے پشتے لگتے رہے آخر شام کی چادر نے دن کو ڈھانپ لیا، طبل بازگشت بجا، دونوں فوجیں اپنے اپنے کیمپوں میں چلی گئیں۔

آج کی جنگ میں محرز بن ثابت اسلام کا ایک نامور سپاہی شہید ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے شہداء کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کو دفن کر دیا۔

سپہ سالار کو جب محرز کی یاد آتی تو اس کے سینے سے ہوک اٹھتی، محرز کے شجاعانہ حملے یاد کرتا اور کافی دیر تک آنسو بہاتا رہا۔ رات کٹی تو ۱۰ر رمضان المبارک کا آفتاب طلوع ہوا اسلامی لشکر کو جدید طریقے سے منظم کیا گیا لشکر کی پانچ صفیں ترتیب دی گئیں تو محمد بن قاسم نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

عرب کے نوجوانو! تم اپنے بیوی بچے، رشتہ دار اور سب عزیز و اقارب چھوڑ کر آئے ہو۔ تم مجاہد ہو، اللہ کے سپاہی ہو، اسی کا نام بلند کرنے نکلے ہو۔ یہ ملک کافروں کا ہے۔ سندھ کا مغرور اور ظالم راجہ تمہارے سامنے ہے جس نے مسلمان عورتوں اور بچوں کو قید کر رکھا ہے جس نے بہت سے مظلوموں کا خون بہایا ہے۔

آج تم اسے سزا دینے اور اس کفرستان میں اسلام کا نام بلند کرنے نکلے ہو دیکھو! سنو! خدا کے سوا یہاں کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے بس اسی پر بھروسہ رکھو، اسی سے مدد مانگو، استقامت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرو اور اسے بتا دو کہ مسلمان اپنے بھائیوں کی مدد سے کنارہ کش نہیں ہو سکتا۔ وہ مرے تو شہید، فاتح ہو تو غازی ہوتا ہے۔

اس تقریر سے مجاہدین نے اس زور سے ہندو فوج سے ٹکرائے کہ ان کے قدم نہ ٹک سکے راجہ نے بہتیرے پینترے بدلے مگر اسلام کے لشکر کا کاٹ نہ تیار کر سکا سندھی بھی جوش میں تھے دیوانہ وار بڑھتے، حملہ کرتے، مرتے کٹتے، جے سندھ کے نعرے لگاتے مگر پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔

شجاع ایک حبشی مجاہد جو لڑتا لڑتا راجہ داہر کے ہاتھی تک جا پہنچا مگر شہید ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے نفت اندازوں کو پکارا انہوں نے نفت کی پچکاریاں ہاتھیوں پر برسائیں اور آگ لگا دی جب ہاتھیوں پر آگ کے شعلے بلند ہوئے تو وہ الٹے بھاگے، فیل بانوں نے بہتیرا روکا مگر وہ اپنی فوج کو روندتے چلے گئے جونہی ہاتھیوں کی مصیبت ٹلی مجاہد نعرہ تکبیر لگا کر آگے بڑھے۔ راجہ کے خیمہ تک پہنچ گئے اور اس پر ٹوٹ پڑے۔

عورتوں کو گرفتار کیا گیا، ہائے وائے کا شور مچ گیا عورتوں کی چیخیں راجہ کے کانوں تک پہنچیں۔

راجہ نے کہا، "ادھر آجاؤ" "ابھی میں زندہ ہوں، میرے ہوتے ہوئے کس کی طاقت ہے کہ تم کو گرفتار کرے" "مہاراج! ہم کیسے آئیں ہم تو گرفتار ہو چکی ہیں" عورتوں نے چیخنے کے سے انداز سے کہا۔

راجہ نے غصے سے فیل بانوں کو حکم دیا کہ آگے بڑھو۔ ادھر محمد بن قاسم نے نفت اندازوں کو حکم دیا کہ نفت برساؤ اور آگ لگاؤ۔ ایک نفت انداز آگے بڑھا۔ نفت کی پچکاری ہودج پر پھینکی اور ساتھ ہی آگ لگا دی۔

شعلے بھڑک اٹھے عماری کا ایک حصہ جل کر نیچے آ رہا۔ جب ہاتھی کی کھال جلی تو وہ بے چین ہو کر بھاگا۔ ندی میں جا گھسا۔ راجہ اور اس کی محبوب خواصیں اور فیل بان دریا میں غوطے کھانے لگے راجہ کی محافظ فوج نے ان کو دریا میں سے نکالا۔

بڑی مشکل سے ہاتھی کو چلایا جب اس نے دیکھا کہ اس کے عزیز و اقارب اپنی جانیں دے کر ختم ہو چکے ہیں تو اس نے ہاتھی کو چھوڑ دیا اور نیچے زمین پر کود آیا اور مردانہ وار لڑنے لگا۔ راجہ موت سے بے پرواہ تلوار گھماتے جاتا تھا کہ ایک مجاہد سر پر آ پہنچا اس نے ایک ہی وار سے سر تن سے جدا کر دیا۔

رات کا اندھیرا چھا گیا، سندھی فوج بھاگ چکی تھی۔ راجہ کی عماری خالی پڑی تھی۔ رات کے اندھیرے میں راجہ کے چند وفاداروں نے راجہ کو تلاش کیا آخر اس کی لاش کو دیکھا اور ندی کے کنارے دفن کر دیا اور بھاگ نکلے۔

اسلامی مجاہد قیس ابھی میدان جنگ میں تھا اس نے بھاگتوں کا پیچھا کیا اور قتل کا ارادہ کیا۔

سندھیوں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی اب ہمارا قتل بے کار ہے۔ راجہ مارا گیا۔ ہم آپ کی رعایا ہیں اس لیے رعایا کو مار کر کیا لو گے؟

قیس نے انہیں ہانکا اور محمد بن قاسم کے پاس لے گیا اور خوشخبری دی کہ راجہ مارا گیا ہے مگر اس کی لاش نہیں ملی۔

سپہ سالار نے قیدیوں کو ڈانٹا کہ سچ سچ بتاؤ ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ قیدی گھبرائے اور ہاتھ جوڑ کر بولے آئیے راجہ کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھیں؟

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

پاکستان کو قادیانی ریاست بنانے کا منصوبہ

حکیم عبدالرحیم اشرف

تقسیم کے بعد مرزا محمود نے برملا اعلان کیا کہ یہ تقسیم عارضی ہے اور ہم ہمیشہ اس کے لیے کوشاں رہیں گے کہ "اکھنڈ ہندوستان" قائم ہو۔ اس بناء پر ابتداءً "ربوہ" کو عارضی مرکز قرار دیا گیا، قادیانیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ قادیان میں چھوڑی ہوئی جائدادوں کے کلیم داخل نہ کرائیں۔ لیکن جب ہندوؤں اور انگریزوں کی یہ مشترکہ پیشگوئی جھوٹی ثابت ہوگئی کہ پاکستان چند ماہ سے زیادہ اپنی آزادی کو برقرار نہیں رکھ سکے گا تو قادیانیوں نے اپنے "سیاسی مقاصد" کا رُخ بدلا اور اب یہ پالیسی طے پائی کہ "پاکستان کو قادیانی ریاست" بنایا جائے۔ اس کے لیے حسب ذیل ۵ نکاتی پروگرام ترتیب پایا:۔

۱۔ فوج میں قادیانی تنظیم کا استحکام
۲۔ حکومت کے تمام شعبوں میں قادیانی نوجوانوں کی زیادہ سے زیادہ بھرتی۔
۳۔ پاکستان کی کلیدی اسامیوں پر قبضہ۔
۴۔ بین الاقوامی سیاست بالخصوص غیر ممالک میں پاکستانی سفارتخانوں میں قادیانی اثرات کا استحکام۔
۵۔ پاکستان کی سیاسی زندگی میں مؤثر مداخلت اور اس کے ذریعہ
اولاً۔ پاکستانی سیاست کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنا۔
ثانیاً۔ طالع آزمائی کے فارمولے کے مطابق کسی "وقت" سے فائدہ اٹھا کر پاکستان کے "اقتدار اعلیٰ" پر قبضہ کرنا۔

قادیانی جماعت ۶۹ء کے انتخابات تک اسی فارمولے پر عمل پیرا رہی اور اس نے بعض پہلوؤں میں حیرت انگیز کامیابیاں بھی حاصل کیں لیکن پاکستان کے نئے دستور کی ترتیب کے آخری مرحلہ میں انہیں بعض شدید ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔

اسی عرصے میں بعض بین الاقوامی تغیرات، بعض بڑے ملکوں کے سیاسی مدوجزر اور پاکستان کی جغرافیائی حدود میں تبدیلی وغیرہ ایسے مسائل رونما ہوئے جن کے باعث قادیانی جماعت کی سیاست میں بھی بعض اہم تبدیلیاں ہوئیں جن میں سے خصوصیت کے ساتھ حسب ذیل قابل لحاظ ہیں:۔

۱۔ قادیانی جو ۶۹ء میں بظاہر پیپلز پارٹی اور مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے حق میں پرجوش تھے مگر بباطن وہ مسلمانوں کے قافلے پر شب خون مار رہے تھے اور مسٹر بھٹو کی محیر العقول کامیابی کے طفیل وہ اپنی اس ناممکن التصور کامیابی کو حاصل کر چکے تھے کہ مرکز اور صوبوں میں انہیں اظہار رائے اور دخل اندازی کے مؤثر مواقع میسر آئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ بعض بیرونی قوتیں ابھی تک مسٹر بھٹو کے بالمقابل کسی "دوسری قیادت" کے ابھرنے کی حوصلہ افزائی کر رہی ہیں تو قادیانیوں نے بھی اپنے ہراول دستے اس "متبادل قیادت" کے قافلے میں شامل کر دیے۔

۲۔ جس طرح قادیانیوں نے پاکستان کے ابتدائی زمانہ میں خان لیاقت علی خاں مرحوم کے خلاف "پہلی اور اہم ترین سازش" میں منظم طریق پر حصہ لیا تھا اور متعدد قادیانی اس سازش کی ناکامی کے بعد "سزا یافتہ" گروہ میں شامل کیے گئے تھے۔ اسی طرح اب مسٹر بھٹو کے خلاف جو مبینہ سازش زیر تفتیش ہے اس میں بھی قادیانی . . . .

۳۔ آزاد کشمیر —— قادیانیوں کی دلچسپی کا مرکز طویل مدت سے ہے اور اب قادیانی فخر کے ساتھ اس امر کا اعتراف بلکہ اعلان کر رہے ہیں کہ آزاد کشمیر کا پہلا صدر ایک قادیانی تھا۔ ایک عرصے سے انہوں نے اس منطقے میں اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانے اور مستحکم کرنے کے لیے خصوصی ذرائع اختیار کر رکھے ہیں اور بہت دنوں سے وہ اس کوشش میں ہیں کہ "آزاد کشمیر" کی موجودہ حکومت اور وفاقی حکومت پاکستان کے مابین غلط فہمیاں پیدا کی جائیں اور آخر کار ان دونوں کے مابین تصادم کی صورت رونما ہو۔

اب جبکہ —— آزاد کشمیر اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ یا سفارش کر دی ہے تو قادیانی سیاست میں یکایک طوفانی ہلچل رونما ہونا شروع ہو گئی ہے —— چنانچہ اس وقت قادیانی سیاست کا مرکز فکر و عمل یہ ہے کہ:۔

صدر بھٹو اور سردار عبدالقیوم کی حکومت کے مابین چپقلش پیدا کی جائے اور سردار عبدالقیوم خاں کے خلاف ان تمام عناصر کو متحد اور فعال کیا جائے جو ——

الف: سردار عبدالقیوم کے حریف اقتدار ہیں۔
ب: وہ ریاست کو "اسلامی" بنانے کے خلاف ہیں۔ اور
ج: جو آزاد کشمیر کے پاکستان سے الحاق کے مخالف ہیں۔

قادیانیوں کے تین اہم ترین مقاصد

قادیانیوں کی سیاسی حکمت عملی اس وقت وقتی مفاد اور دوررس مقاصد دونوں کو بڑی تیزی اور عجلت سے حاصل کرنے کے لیے سب کچھ داؤں پر لگا دینے کے مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔

وقتی مفادات میں اولیں اہمیت تو اس امر کو حاصل ہے کہ سردار عبدالقیوم کو صدارت سے برطرف کر دیا جائے ان پر انواع و اقسام کے الزامات عائد کرائے جائیں۔ ان کے خاندان پر جبر کا سلسلہ شروع کر دیا جائے —— تاآنکہ مرزا غلام احمد کی پیش گوئی جو آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد کے معاً بعد مسلسل ہفتہ بھر الفضل کے صفحہ اوّل پر شائع ہوتی رہی، صادق ثابت ہو کہ جو شخص مرزا غلام احمد کی توہین کے درپے ہو گا۔ خدا اُسے ذلیل کرے گا۔

دوسرا مفاد: قادیانی سیاست بازوں کے سامنے یہ ہے کہ وہ خطرات کا خوف اپنی جماعت پر مسلط کر کے اپنے اندرونی نظم کو مستحکم سے مستحکم تر کر لیں۔ اپنی مالی پوزیشن کو اتنا مضبوط کر لیں کہ خلیفہ وقت لاکھوں نہیں کروڑوں روپے بھی اگر وقتی ضروریات پر خرچ کرنا چاہے تو اس کا ہاتھ تنگ نہ ہو۔

تیسرا مفاد: ان کے پیش نظر یہ ہے کہ اپنی نئی نسل کو (جس کی بڑی تعداد قادیانی عقائد سے منحرف اور قادیانی نظام خلافت سے باغی ہوتی جا رہی ہے) یہ سمجھائے کہ تمہارا وجود اب اسی طرح محفوظ رہ سکتا ہے کہ تم اپنے اندر اپنی آن کے لیے مرمٹنے کا فیصلہ کر لو۔ چنانچہ مرزا ناصر کھلم کھلا "موت سے محبت" کا حسن بن صباحی جملہ بکثرت استعمال کر رہے ہیں اور جماعت کے شعراء، مقالہ نگار، مبلغین، واعظین اسی طرح مصروف کار ہیں جس طرح کوئی قوم میدان جنگ میں اتر چکی ہو۔

چوتھا مفاد: قادیانیوں کے سامنے یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے سابق صدر ایوب کے زمانہ میں پنجاب کے مرد آہن امیر محمد خاں کے مرزا غلام احمد کے پمفلٹ "ایک غلطی کا ازالہ" کے ضبط کرنے کے بعد اپنی "بین الاقوامی" قوت کا مظاہرہ کیا تھا اس وقت بھی وہ اسی قوت کا بھرپور مظاہرہ کریں اور چونکہ ہماری "بیورو کریسی" غلام ذہن کی حامل ہے اور ان کے ہاتھ پاؤں اس وقت پھول جاتے ہیں جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا کے اہم ممالک سے احتجاجی تار آنے لگے ہیں۔ اور ان میں یہ صلاحیت ہی موجود نہیں کہ وہ اس امر کا تجزیہ کر سکیں کہ اگر افریقہ کے ایک ملک جس کی کل آبادی لاہور شہر سے بھی کم

ہے کہ ۱/۲ ۱۵ قادیانیوں نے پچاس تار بھجوائے اور چونکہ ۴۳ ممالک میں قادیانی مشن موجود ہیں۔ اگر ان ممالک سے دو تین ہزار تار آ بھی گئے تو اس سے کوئی قیامت ٹوٹ نہیں پڑے گی۔ اس کے برعکس چند بیرونی تار جب سیکرٹریٹ میں پہنچ جاتے ہیں تو انگریز بہادر کا تیار کردہ آئی سی ایس طبقہ سہمے ہوئے خوفزدہ بچے کی طرح، گورنروں کے مشیروں اور صدر مملکت کے حاشیہ نشینوں کو پریشان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے گورنر ہاؤس اور قصر صدارت کی فضا بدلنا شروع ہو جاتی ہے۔

بہرنوع اس وقت قادیانی اس قوت کے مظاہرے میں اپنی تمامتر توانایاں صرف کر رہے ہیں۔

قادیانی، مسلم کے بجائے مسلم مسلم تصادم

ان وقتی مفادات کے ساتھ بعض دور رس نتائج بھی قادیانی سیاست کا محور فکر و عمل ہیں۔ ان میں سے اولین مقصد تو یہ ہے کہ اس تاثر کو عام کیا جائے کہ مرکزی حکومت قادیانیوں کی حامی ہے۔ اور جو لوگ دینی یا سیاسی وجوہ کی بنا پر قادیانیوں کو اقلیت قرار دیے جانے کے حامی یا مسلم اکثریت کے حقوق پر ان کے غاصبانہ اور وسعت پذیر تصرف کے مخالف ہیں حکومت ان کی مخالف ہے۔

یہ تاثر ہر حکومت کے خلاف شاید سب سے بڑا موثر ہتھیار ہے اور ہماری ملی تاریخ کے ۲۶ برس شاہد ہیں کہ جب بھی شاطر اور عیار سیاسی عناصر (خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی)، کسی حکومت سے چند ایسی غلطیاں سرزد کرا دیتے ہیں جن سے مسلم معاشرہ یہ تاثر لے کہ حکومت مسلمانوں کے اساسی نظریات ان کے وجود ملی اور ان کے بنیادی حقوق کی حفاظت سے قاصر ہو چکی ہے یا اس سے بھی زیادہ خطرناک یہ احساس اگر عوام کے اذہان میں ابھار دیا جائے کہ حکومت کا رجحان ایسے افراد و عناصر کی حمایت کی جانب ہے جو اسلام سے انحراف و ارتداد کو ہوا دینے والے اور مملکت کو اپنے غیر اسلامی نظریات کے حوالے کر دینے کے درپے ہیں تو اپنی تمامتر بے شعوری اور حقیقی دینی روح سے بڑی حد تک تہی دامن کے باوجود مسلم معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی — عوام مسلمان — ہر چہ بادا باد کہتے ہوئے میدان میں کود پڑتے ہیں۔

اگر اسی مرحلے پہ خدانخواستہ مسلم عوام اور قائم حکومتوں کے درمیان تصادم ہو تو اس کے دو ہی نتائج برآمد ہو سکتے ہیں :

۱۔ حکومت کے ہاتھوں عوام کی پامالی ہلاکت اور آخر کار ان کی بے بسی، مایوسی اور اجتماعی موت۔

۲۔ معاشرے کے اجتماعی اضطراب کا مقابلہ کرتے ہوئے حکومت کا ضعف و کمزوری یا آخر کار حکومت کی شکست اور کسی آئینی یا غیر آئینی سول یا فوجی انقلاب کی صورت میں تبدیلی نظام و حکومت۔

یہ دونوں نتائج جہاں ملک و ملت مسلم معاشرے اور مسلم حکومت کے لیے تباہ کن ہیں وہاں قادیانیوں کے لیے انتہائی خوش گوار ہیں اور ایسے مواقع پر — خدا ایسا موقع اب نہ لائے کہ ہم پہلے ہی مجروح و ذلیل ہیں — وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ قادیانی حکومت کے قیام کا مرحلہ اب آیا ہی چاہتا ہے اس باب میں قادیانی، کمیونسٹوں اور یہودیوں کے فکر و عمل کے حامل ہیں اور ان کا عقیدہ و سیاسی مطمح نظر یہ ہے کہ مسلمان قوم میں جس قدر لامرکزیت، گروہ بندی، باہمی تصادم اور نظم حکومت و عوام کے مابین اختلافات کا دائرہ وسیع ہو گا اسی نسبت سے قادیانیوں کی منزل، پاکستان میں قادیانی حکومت کا قیام — قریب تر آتا جائیگا۔

انتہائی نازک لمحہ

پاکستان کے بہی خواہوں اور صدر مملکت سے ایک درخواست

ہم اس وقت انتہائی اضطراب کے ساتھ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ صدر مملکت کے بعض ناعاقبت اندیش ساتھیوں کی تنگ نظری اور مخصوص ذاتی و گروہی مفادات کے باعث صورت حال پیچیدہ ہوتی چلی جا رہی ہے۔

آزاد کشمیر اسمبلی نے دستور پاکستان (سیاسی مفہوم و پہلو کے) مطابق قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارش کی۔ اس کے معاً بعد "خان اعظم" صاحب جو پاکستان کے وزیر داخلہ و امور کشمیر کے مدار المہام بھی ہیں۔ مظفر آباد تشریف لے گئے۔ واپسی پر انہوں نے سردار عبدالقیوم کے ذاتی و سیاسی مخالفین سے رابطہ قائم کیا۔

آزاد کشمیر کو کمیونسٹ ریاست دیکھنے کے متمنی وزیر بے محکمہ پاکستان خورشید حسن میر اور آزاد کشمیر کو پاکستان سے الحاق سے محروم رکھ کر بعض انتہائی گھناؤنے مقاصد کی تکمیل کے لیے اسے ایک "آزاد مملکت" بنانے کے نعرہ زن کے ایچ خورشید وغیرہ نے موقع کو غنیمت جانا اور وزیر امور کشمیر کی شہ پا کر سردار عبدالقیوم خان کے خلاف محاذ آرائی میں شدت اختیار کر لی۔ سردار عبدالقیوم خان اس سازش کی تفصیلات سے صدر پاکستان کو پہلے ہی مطلع کر چکے تھے اور انہوں نے اسی دوران اپنے فرائض منصبی کو اپنے منصب پر مقدم رکھتے ہوئے قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلے کی توثیق کر دی۔ ابھی چند گھنٹے ان کے اس فیصلے کو نہ گزرے تھے کہ وزیر امور کشمیر نے انتہائی مفید مقاصد کو پیش نظر رکھ کر صدر آزاد کشمیر سے استعفیٰ طلب کر لیا۔ اس دوران اخباری اطلاعات کی حد تک بعض ممبران اسمبلی آزاد کشمیر نے سردار صاحب موصوف کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد کا نوٹس دے دیا۔

اس دوران سردار صاحب کے بھائی سردار عبدالغفار خاں کو راولپنڈی میں گرفتار کر لیا گیا قومی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کے باغی رکن احمد رضا قصوری نے وزیر داخلہ سے دریافت کیا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ آزاد کشمیر کے صدر کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور مظفر آباد کو راولپنڈی سے منقطع کرنے کی خاطر ٹیلیفون کا رابطہ ختم کر دیا گیا ہے مگر وزیر داخلہ نے اس کا جواب دینا مناسب خیال نہیں کیا۔

حالات کا یہ رخ صد درجہ تشویشناک انگیز ہے اور اگر خدانخواستہ بات اور آگے بڑھی اور سردار عبدالقیوم خان کو صدارت سے بالجبر الگ کر دیا گیا یا ان کے خلاف کوئی اور جابرانہ قدم اٹھایا گیا تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ بھی برآمد نہ ہوگا کہ اس کی تمامتر ذمہ داری صدر بھٹو پر عائد کی جائے گی اور ان کی راہ میں بے پناہ مشکلات پیدا ہو جائیں گی اور جس طرح سابق صدر ایوب کے اقتدار کی بنیادیں ڈاکٹر فضل الرحمان کے ملحدانہ افکار نے ہلا دی تھیں۔ اسی طرح قادیانیوں کی جنبہ داری میں خان عبدالقیوم خان اور مسٹر خورشید حسن میر کی غیر دانشمندانہ سرگرمیاں صدر بھٹو کے لیے ناقابل مقابلہ چیلنج کی صورت اختیار کر لیں گی اور یوں پاکستان ایک ایسے بحران سے دوچار ہو جائے گا جو ۷۱-۱۹۶۹ء کے بحران سے بھی زیادہ شدید ہوگا۔

مرزا ناصر کی دھمکیاں

ممکن ہے حکومت کے بعض ارکان اور بالخصوص ہماری نوکر شاہی قادیانی امت کے امام مرزا ناصر احمد کی ان دھمکیوں سے دہشت زدہ ہو جائے جو انہوں نے اپنی معروف "انجیلی" زبان میں کہہ کر دی ہیں کہ اگر کوئی احمقانہ قدم ہمارے خلاف اٹھایا گیا تو ہم ثابت کر دیں گے کہ "موت" ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہے۔

"موت" کی بات امام ربوہ نے کیوں کی ؟ جبکہ مسئلہ صرف آئینی حدود کے اندر زیر بحث ہے اور وہ بھی قادیانیوں کو مرتد کی حیثیت سے پاکستان سے خارج البلد قرار دینے یا قتل مرتد کے معروف نظریہ کے مطابق حل نہیں ہو رہا بلکہ دنیا کے معروف سیاسی طریق کار کے مطابق ایک ایسے گروہ کو جو دین، سیاست، معیشت، اقتصاد، معاشرت، جذبات، احساسات، تصورات الغرض ہر پہلو سے

اسلام کا تبلیغی نظام

آخری قسط

از

مورخ اسلام علامہ

سید سلیمان ندوی

رحمۃ اللہ علیہ

اس ناکامی کے وجوہ کیا تھے : یہ سارا تماشا کام کرنے والوں کی دلی لگن کا نتیجہ نہ تھا اور نہ مبلغین و مناظرین و داعیان کے دلوں میں دین کی دھن تھی بلکہ جو کچھ تھا وہ داد و ستد کا مبادلہ اور نفع عاجل کی حرص و طمع تھی اور دینی دعوت ارشاد و تبلیغ کبھی قیمت سے خریدی نہیں جاتی۔

انبیاء کے اصولِ دعوت

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے اصولِ دعوت کی بنیادی چیز یہی ہے کہ وہ اپنے کام کی اجرت و مزدوری کسی مخلوق سے نہیں چاہتے وَمَا اسئلکم علیہ من اجران اجری الا علیٰ رب العلمین۔ ان کا متحدہ و متفقہ فیصلہ ہے انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے کام کی کسی بندہ سے تحسین و آفرین بھی نہیں چاہتے۔ ان کی دعوت کی کشش اور تاثیر دو قوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے مخلوق کے سر اُجرے استغناء و بے نیازی اور ان کی ذاتی پاکیزہ زندگی سورۃ یٰسین میں چند داعیان حق کا ذکر ہے جس میں ایک کی تکذیب کے بعد دوسرے رسول کی امداد اور اس کی تائید کا بیان ہے بالآخر اقصائے شہر سے ایک سعید ہستی آتی ہے اور اپنے ہم قوموں سے خطاب کرکے کہتی ہے

یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ اتَّبِعُوْا مَنْ

لَّا یَسْئَلُکُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

اے میرے لوگو ! ان پیغمبروں کی پیروی کرو ان کی پیروی کرو جو تم سے مزدوری نہیں چاہتے اور راہِ ہدایت پائے ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ مبلغ کے لیے پاکیزگی اور خلق سے بے نیازی اور اخلاص و للہیت ان کی تاثیر کا اصل سرچشمہ ہے

(۲) ان کی تبلیغ و دعوت کا دوسرا محرک بندگانِ الٰہی پر رحمت و شفقت اور خیر خواہی کا جذبہ ہے۔ بندوں کی اس تباہ حالت کو دیکھ کر ان کا دل جلتا ہے اور خیر خواہی سے ان کا دل چاہتا ہے کہ کسی طرح ان کی حالت سدھر جائے ٹھیک اس طرح جس طرح باپ بیٹے کی اصلاح اور رشد و ہدایت کا طالب محض پدرانہ شفقت اور خیر خواہی کی بنا پر ہوتا ہے اسی طرح مبلغ و داعی کے اندر بھی یہی جذبہ ہمدردی خیر خواہی اور مسلمانوں پر رحمت و شفقت کی تاثیر اس کے دل کو بے چین رکھے حضرت ہود علیہ السلام اپنی امت کو کہتے ہیں۔

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ

رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ

وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ۝ (اعراف ۹)

اے میرے لوگو! میں بے وقوف نہیں۔ لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں۔ میں تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں ——— معتبر۔

حضرت صالح علیہ السلام اپنی امت کو خطاب کرکے فرماتے ہیں۔

یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ

وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ (۱۰)

اے میرے لوگو ! میں نے تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم اپنے خیر خواہوں کو نہیں چاہتے

حضرت نوح علیہ السلام پر ان کی قوم گمراہی کی تہمت لگاتی ہے اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ

وَاَنْصَحُ لَكُمْ ۝ (اعراف)

اے میرے لوگو ! میں بہکا نہیں ہوں لیکن پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں تمہیں اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی احوال و کیفیات کا ذکر قرآن پاک میں بار بار ہے اور ہر بار یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت کا کتنا غم تھا ایسا غم جس کے بوجھ سے پشت مبارک ٹوٹی جا رہی تھی۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ وَوَضَعْنَا

عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ

کیا ہم نے تمہارے سینہ کو نہیں کھول دیا اور تم سے اس بوجھ کو نہیں اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ کو توڑ دیا تھا۔

امت کے غم سے یہ حال تھا کہ حضور کو اپنا جینا بھی دوبھر معلوم ہوتا تھا اللہ تبارک و تعالیٰ نے تسلی دی اور فرمایا۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا

مُؤْمِنِیْنَ۔ (شعراء)

کیا اس بات پر آپ اپنی جان گھونٹ ڈالیں گے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔

یہی مفہوم سورۂ کہف کی ایک آیت میں بھی ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ

اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا (کہف)

تو کیا آپ ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائیں اپنی جان افسوس کر کرکے گھونٹ ڈالیں گے

اسی محبت و رحمت کا اقتضا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلمانوں کی ہر تکلیف شاق گذرتی تھی اور چاہتے تھے کہ ہر بھلائی اور خیر کا دروازہ ان پر کھل جائے اور ارشاد ہوتا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ

عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ

رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ (توبہ)

تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا جس پر تمہارا تکلیف میں پڑنا شاق ہوتا ہے تمہاری بھلائی کا حریص ہے اور ایمان والوں پر مہربان اور رحیم ہے

(۳) دعوت و تبلیغ کا تیسرا اصول یہ ہے کہ نرمی، سہولت آہستگی، دانشمندی اور ایسے اسلوب سے گفتگو کی جائے کہ جس سے مخاطب پر داعی کے خلوص و محبت اور شفقت کا اثر پڑے اور بات مخاطب کے دل پر اتر جائے فرعون جیسے خدائی کے مدعی کافر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی بھیجے جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا (طٰہٰ)

تم دونوں (حضرت موسیٰ و ہارون) فرعون سے نرم گفتگو کرنا۔

منافقین نے اسلام کو نقصان پہنچانے چاہے ——— اور جس طرح اسلام کی دعوت اور محمد رسول اللہؐ کی رسالت کو ناکام کرنا چاہا وہ بالکل ظاہر ہے یہاں ہم آپ کو یہی حکم دیا جاتا ہے

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ

فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِیْغًا ۝

تو آپ ان سے درگذر کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے اور ان سے ان کے معاملے میں ایسی بات کیجئے جو ان کے دل پر اتر جائے۔

اس سے اندازہ ہوگا کہ جب اس نرمی اور سہولت اور دل میں گھر کر لینے والی بات کا طریق منافقوں سے برتنے کا حکم ہوتا ہے تو عام نادان مسلمانوں کو سمجھانے اور بتانے کا کیسا طریقہ ہونا چاہیئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دعوت کے اس اصول کو آیتِ ذیل میں تفصیل سے ظاہر فرما دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ

الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۝ (بنی اسرائیل)

آپ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو دانشمندی اور اچھی نصیحت کے ذریعے سے دعوت دیں۔ بحث و مباحثہ کریں۔ تو وہ بھی خوبی سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی سمت

دو صحابیوں کو اسلام کا داعی بنا کر بھیجا تو ان کو چلتے وقت یہ نصیحت فرمائی۔

یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا ٥

تم لوگوں کو آسانی کی راہ بتانا ان کو دقت میں نہ ڈالنا انہیں خوشخبری سنانا اور نفرت نہ دلانا۔

دیکھنے میں یہ ارشادِ نبوی دو دو لفظوں کے فقرے ہیں مگر ان میں طریق تبلیغ کا ایک دفتر بند ہے۔ داعی اور مبلغ کو چاہیئے کہ جس جماعت کو دعوت دے اس میں آسان سے آسان طریقے سے دین کو پیش کرے اور شروع ہی میں سختی نہ کرے ان کو خوشخبری اور اعمال کی بشارت اور رحمت و مغفرتِ الٰہی کا تذکرہ کرے ان کو دین کا صلہ دلائے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ عقائد اور فرائض میں مداہنت کی جائے یہ تو کسی حال میں جائز نہیں بلکہ یہ مقصد ہے کہ طریق کار میں سہولت بھی اور نرمی بھی برتی جائے۔ فرائض کے علاوہ دوسرے اعمال جو فرض کفایہ یا مستحبات ہوں یا جن کے سبب سے دین میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو ان میں زیادہ سخت گیری نہ کی جائے یا جن امور میں فقہا یا مجتہدین نے مختلف راہیں اختیار کی ہیں ان میں سے کسی ایک ہی راہ کے قبول میں شدت نہ کی جائے یا مسائل کے بیان میں جس حد تک اللہ تعالیٰ نے وسعت پیدا کر رکھی ہے اس میں عزم تقویٰ کے لیے تنگی نہ کی جائے۔

ان امور کی مثالیں سیرت و سنن نبوی میں بکثرت ملتی ہیں چنانچہ عقائد و فرائض میں مداہنت کرنے کی ممانعت قرآن پاک میں کئی آیتوں میں ہے۔ کفار اسلام کے عقائد میں کچھ نرمی چاہتے ہیں۔

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ٥ (القلم)

کفار چاہتے ہیں کہ آپ کچھ نرمی کریں تو وہ بھی نرمی کریں۔ مگر اس کی اجازت نہیں دی گئی۔

(۴) اس اصول کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ میں الاہم فالاہم کی ترتیب مدِ نظر رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ شروع فرمائی تو سب سے پہلا زور صرف توحید اور رسالت پر صرف فرمایا۔ لا الٰہ الا اللہ یعنی کلمہ اسلام کی دعوت شروع کی۔ قریش پوچھتے ہیں کہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ فرمایا فقط ایک کلمہ (بات) اگر تم اس کو مان لوگے تو سارا عرب و عجم تمہارا زیرِ فرمان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور رسول کی رسالت، حقیقت میں وہ تخم ہے جس کے اندر سے سارے احکام کا برگ و بار نکلتا ہے۔ سب سے پہلے اس کی تخم ریزی چاہیئے۔ اس کے بعد احکام کا دور آتا ہے۔

قرآن پاک کا طریق نزول خود اسی طریق دعوت کی صحیح مثال ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قرآن پاک میں پہلے دلوں کو نرم کرنے والی آیتیں نازل ہوئیں جن میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے یعنی جن میں ترغیب و ترہیب ہے پھر جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے تو حلال و حرام کی آیتیں نازل ہوئیں اور اگر پہلے ہی اترتا کہ شراب مت پیو تو کون مانتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کے نزول میں بھی یہ تبلیغی ترتیب ملحوظ رہی ہے۔

طائف کا وفد جب بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا تو اس نے اپنے اسلام کی یہ شرط پیش کی کہ ان سے نماز معاف کر دی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا نہ ہو وہ کس کام کا لَا خَيْرَ فِي دِيْنٍ لَا رُكُوْعَ فِيْهِ) پھر انہوں نے یہ شرط پیش کی کہ ان سے عشر وصول نہ کیا جائے اور نہ مجاہدین کی فوج میں ان کو بھرتی کیا جائے۔ آپ نے دونوں شرطیں قبول کر لیں اور ارشاد فرمایا کہ جب یہ مسلمان ہو جائیں گے تو عشر بھی دیں گے اور جہاد میں بھی شریک ہوں گے۔ محدثین لکھتے ہیں کہ نماز چونکہ فوراً واجب ہوتی ہے اور دن میں پانچ دفعہ واجب ہوتی ہے اس لیے اس میں نرمی نہیں برتی گئی اور جہاد کی شرکت چونکہ فرض کفایہ ہے اور کسی خاص وقت پر فرض ہوتی ہے اور زکوٰۃ و عشر کے وجوب کے لیے چونکہ ایک سال کی مدت کی وسعت تھی اور بعد کو بھی وہ بتاخیر ادا ہو سکتی ہے اس لیے ان دونوں باتوں میں نرمی ظاہر فرمائی اس سے تبلیغ کے حکیمانہ اصول پر پوری روشنی پڑتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا تم ایسے لوگوں میں جا رہے ہو جہاں اہل کتاب بھی ہیں جب تم وہاں پہنچو تو ان کو سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو دولت مندوں سے لی جائے اور غریبوں کو دی جائے اور جب وہ اس کو مان لیں تو زکوٰۃ میں چن چن کر ان کے اچھے مال چھانٹ کر نہ لو اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔

اس حدیث سے بھی دعوت کی حکیمانہ ترتیب کا اظہار ہوتا ہے۔

(۵) تبلیغ و دعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں ایک عرض ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں بلکہ آپ کے داعی لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے اور کلمہ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے کہ مکہ معظمہ سے سفر کر کے طائف تشریف لے گئے اور وہاں عبد یا لیل رئیسوں کے گھروں میں جا کر تبلیغ کا فرض ادا فرمایا۔ حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو حق کا پیغام پہنچاتے اور ان کے ترش و تند جوابوں کی پروا نہ فرماتے تھے آخر اسی تلاش میں یثرب کے وہ سعادت مند ملے جن کے ہاتھوں سے ایمان و اسلام کی دولت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو منتقل ہوئی۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب ملک میں امن و امان و اطمینان ہوا تو اسلام کے سفیر مصر و ایران و حبش کے بادشاہوں اور عمان و بحرین اور یمن اور حد و دِ شام کے رئیسوں کے پاس اسلام کا پیغام لے کر پہنچے اور مختلف صحابہؓ نے عرب کے مختلف صوبوں اور قبیلوں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ منورہ گئے حضرت علی اور معاذ بن جبل نے یمن کا رخ کیا۔ یہی حال ہر دور کے علماء حق اور آئمہ دین کا رہا۔

اس سے معلوم ہوتا کہ داعی و مبلغ کا خود فرض ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچے اور حق کا پیغام پہنچائے۔ بعض صاحبوں کو خانقاہ نشینوں کے موجودہ طرز سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان خاصانِ حق کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے ان بزرگوں کی سیر توں اور تذکروں کو کھول کر پڑھیں تو معلوم ہوگا یہ کہاں کے رہنے والے تھے فیض کہاں پایا اور جو پایا اس کو کہاں کہاں بانٹا۔ اور کہاں جا کر زیرِ زمین آرام کیا اور یہ اس وقت کیا جب دنیا ریلوں لاریوں، موٹروں اور سفروں کے دوسرے سامان راحت سے محروم تھی۔ معین الدین چشتیؒ سیستان میں پیدا ہوئے خشت و آتش افغانستان سے دولت پائی اور ساجد تا ... قبرستان میں آکر حق کی روشنی پھیلائی۔ فرید شکر گنجؒ ... کے کناروں سے دلی تک اور دلی سے پنجاب تک ... گئے اور آن کے مریدوں در مریدوں میں حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء اور پھر ان کے خلفاء کے احوال اور ان کے سفر کے مقامات اور ان کے مزارات کی جائے وقوع کو دیکھیئے کہ وہ کہاں کہاں ہیں۔ کوئی دکن میں ہے کوئی مالوہ میں، کوئی بنگال میں ہے کوئی صوبجات متحدہ میں ہے۔

(۶) اسلامی دعوت و تبلیغ کا ایک بڑا اصول یہ ہے یعنی دین کی طلب اور تبلیغ کے لیے ترک وطن کر کے ایسے مقامات پر جانا جہاں دین حاصل ہو سکے اور وہاں سے لوٹ کر اپنے وطن میں آکر اپنے قبیلوں اور ہم قوموں کو اس فیض سے مستفید کرنا سورہ نساء کی حسب ذیل آیت اگرچہ اپنے شان نزول کے لحاظ سے جنگ کے موقع کی ہے الفاظ کے عموم کی بنا پر اس نفیر کو شامل ہے جو کسی کام کے لیے کی جائے۔ جیسا کہ قاضی بیضاوی نے بھی اپنی تفسیر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انْفِرُوا جَمِيعًا.

اے ایمان والو! اپنا بچاؤ کرو اور الگ الگ یا جتھا بنا کر گھروں سے نکلو۔

ایک دوسری آیت خاص اسی مفہوم کی سورہ براءۃ میں ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ٥

یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سارے مسلمان گھروں سے نکلیں تو کیوں ہر گروہ سے کچھ لوگ اس غرض کے لیے گھروں سے نہیں نکلتے کہ وہ دین کا علم حاصل کریں اور جب وہ اپنے گھر لوٹ کر آئیں تو اپنے لوگوں کو اللہ سے ڈرائیں تاکہ وہ بھی برائیوں سے بچتے رہیں۔

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی کے پیغاماتِ تعزیت

امیر انجمن خدام الدین اور امیر جمعیۃ علماء اسلام صوبہ پنجاب حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے مبلغ و مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے حادثاتی سانحہ ارتحال پر مجلس کے امیر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب (جامعہ رشیدیہ ساہیوال) اور حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر ناظم اعلیٰ کے نام اپنے تعزیتی پیغام میں لکھا ہے کہ:-

حضرت مولانا لال حسین اختر کے سانحہ ارتحال سے پاکستان اور ملت اسلامیہ ایک عظیم مبلغ اور مناظر سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اسے مشکل سے پُر کیا جا سکے گا لیکن جس مقدس مشن اور بلند مقصد کی تکمیل کے لیے حضرت مولانا اختر نے اپنی متاعِ حیات قربان کی ہے اسے ہر قیمت پر پایۂ تکمیل کو پہنچایا جائے گا۔ اور اس سلسلہ میں میرے لائق جو بھی خدمت ہو ارشاد فرمائیں۔ انشاء اللہ بسر و چشم تعمیل ارشاد ہو گی۔

حضرت شیخ مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے حضرت پیر خورشید احمد شاہ صاحب خلیفہ حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پر اور حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی خلیفہ حضرت لاہوری کے نومولود فرزند کی وفات پر تعزیتی پیغامات ارسال فرما کر پسماندگان کو صبر و استقامت کی تلقین کی ہے اور مرحومین کے لیے دعا کی ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: اسلام کا تبلیغی نظام

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی طرح وفود بنا کر الگ الگ قبیلوں سے لوگ مدینہ منورہ آتے تھے اور ہفتہ عشرہ بعض دو دو مہینے رہ کر دین کا علم حاصل کر کے اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے تھے اور بقیہ لوگوں کو دین سے واقف کرنے کا کام کرتے تھے۔

(۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد نبوی کے چبوترہ پر اصحاب صفہ کا حلقہ تھا جن کا کہیں گھر نہ تھا۔ گذر بسر کی صورت یہ تھی کہ یہ لوگ دن کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاتے اور بازار میں بیچتے اور رات کو کسی معلم کے پاس دین کا علم سیکھتے اور ضرورت کے وقت مختلف مقاموں میں بھی مبلغ بنا کر بھیجے جاتے ضروری مشاغل کے علاوہ دین کی تعلیم اور حضور انور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض یابی اور عبادت میں انہماک ان کے کام تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک ایسے گروہ کا انتظام رکھنا بھی نظم جماعت سے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ گروہ خاص تربیت کے ماتحت پیدا ہوتا تھا اور صحبت نبوی کی برکت سے ظاہری و باطنی فیوض سے مالا مال رہتا تھا اور تبلیغ و دعوت کے کاموں کو انجام دیتا تھا۔

(۸) تعلیم کا طریقہ زیادہ تر فیض صحبت، زبانی تعلیم احکام و مسائل کا ذکر اور مذاکرہ اور ایک دوسرے سے پوچھنا اور سیکھنا اور بتانا تھا۔ ان کی راتیں عبادتوں سے معمور رہتی تھیں اور دن کا کاروبار دین میں مصروف۔

تبلیغ کی اہمیت

بیکمانہ تبلیغ و دعوت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اسلام کے جسم کی ریڑھ کی ہڈی ہے اس پر اسلام کی بنیاد، اسلام کی قوت، اسلام کی وسعت، اور اسلام کی کامیابی منحصر ہے اور آج سب زمانوں سے بڑھ کر اس کی ضرورت ہے کہ غیر مسلمانوں کو مسلمان بنانے سے زیادہ اہم کام مسلمانوں کو مسلمان، نام کے مسلمانوں کو کام کا مسلمان اور قومی مسلمانوں کو دینی مسلمان بنانا ہے۔ حق ہے کہ آج مسلمانوں کی حالت دیکھ کر قرآن پاک کی یہ ندا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا

اے مسلمانو! مسلمان بنو

کو پورے زور شور سے بلند کیا جائے۔ شہر شہر، گاؤں گاؤں، پھر کر مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا کام کیا جائے اور اس راہ میں وہ جفاکشی، وہ محنت کوشی، اور وہ ہمت اور وہ قوت مجاہدہ صرف کی جائے جو دنیا دار لوگ دنیا کے عز و جاہ اور حصول طاقت میں صرف کر رہے ہیں جس سے حصول مقصد کی خاطر ہر متاع عزیز کو قربان کرنے اور ہر مانع کو بیچ سے ہٹانے کے لیے ناقابل تسخیر طاقت پیدا ہوتی ہے۔ کشش سے، کوشش سے، جان و مال سے، ہر راہ سے اس میں قدم آگے بڑھایا جائے اور حصول مقصد کی خاطر وہ جنون کی کیفیت اپنے اندر پیدا کی جائے جس کے بغیر دین و دنیا کا نہ کوئی کام ہوا ہے اور نہ ہو گا۔

بقیہ: پاکستان کو قادیانی ۔ ۔ ۔

یہاں کی اکثریت سے الگ تھلگ ہے اور عملاً اس نے اپنا "دارالخلافہ" ایک ایسی آبادی کو بنا رکھا ہے جس کی پوری آبادی میں ایک فرد بھی ان کے مذہب کے خلاف نظریات رکھنے والا نہیں بلکہ انہوں نے اپنے دارالخلافہ، اپنی سیکرٹریٹ، اپنے محکموں اپنے خزانے، اپنے کارخانوں اور اپنی اسلحہ سازی کسی بھی شعبے میں کسی ایسے شخص کو بھی نہیں رہنے دیا جو ان کی خلافت اور ان کی سیاست سے کسی بھی نوع کا کوئی ادنیٰ سا سیاسی اور نظریاتی اختلاف رکھتا ہو ۔۔۔ اگر ایسی جماعت کو آئینی طریق کار کے مطابق اقلیت قرار دیا جاتا ہے اور اسے جان و مال کی حفاظت کی گارنٹی بھی دی جاتی ہے اور اس پر اس جماعت کا سربراہ "موت" کے لیے تیاری کا حکم اپنی جماعت کو دیتا ہے تو اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ سر تا قدم احتجاجی بلکہ صاف الفاظ میں غیر اخلاقی اور تشدد آمیز سیاست کو بروئے کار لا رہا ہے اور اپنی جماعت کو اس کے لیے تیار کر رہا ہے۔

چونکہ ہماری نوکر شاہی اسی زبان سے متاثر ہوتی ہے اس لیے ممکن ہے یہ نسخہ کارگر ہو اور اس دھمکی سے منفعل ہو کر بعض سیاسی طالع آزما صدر مملکت کو اس غلط راہ پر چلنے کا مشورہ دیں جس پر بعض سابق حکومتیں چل کر اپنی ناکامی سے دوچار ہوئیں اور ملک و ملت کے شدید و ناقابل تلافی نقصان کا باعث بنیں۔ اس بناء پر صدر کی جماعت اور ان کی پالیسیوں سے شدید اختلاف کے باوجود ملک و ملت کی بہی خواہی کے جذبہ سے مجبور صدر مملکت سے درخواست کریں گے کہ وہ اس مسئلہ میں اس کے سوا کسی قسم کی مداخلت نہ کریں کہ جس دستور کو انہوں نے اتنی اہمیت دی ہے کہ کسی بھی سابق صدر یا وزیراعظم نے اپنے بنائے ہوئے دستور کو نہیں دی اگر اس کا ایک تقاضہ آزاد کشمیر حکومت پورا کر رہی ہے تو وہ اسے آزاد کشمیر میں نافذ دستور کے مطابق آزادی دیں اور اگر مرکزی اسمبلی اور اس کے ساتھ ساتھ یا بعد ش صوبائی اسمبلیوں میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے کی قرار دادیں پیش ہوں تو انہیں منظوری کے مراحل طے کرنے دیں۔

ہم یہ مشورہ اپنے تصورات کے خلاف اس بناء پر دے رہے ہیں کہ اس میں قادیانیوں کا مفاد بھی پوشیدہ ہے اور یہ کم از کم سیاسی اقدام ہے جو اس سنگین معمہ کو وقتی طور پر حل کرنے کا ابتدائی قدم ہو سکتا ہے۔

(المنبر لائلپور)

بقیہ: تاریخ کے اوراق

سپہ سالار ان کے ساتھ چلا۔ پانی کے کنارے پہنچا لاش نکلوائی، سر کاٹا، نیزے پر چڑھایا اور واپس کیمپ میں آیا۔ راجہ کے خواصوں کو بلایا اور پوچھا سچ سچ بتاؤ یہ کس کا سر ہے ان کی چیخیں نکل گئیں۔ آنسو پونچھتے ہوئے بولیں

"مہاراج! یہ سر اس کا ہے جس کا ستارہ ڈوب گیا ہے"

انتقالِ پُرملال

ادارہ خدام الدین کے رکن جناب محمد رفیع صاحب کی دادی اماں ۱۲ ارجون کو ایک سو سال سے زاید عمر میں شیخوپورہ میں انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

مکتوب جرمنی

جرمنی میں منشیات کی روک تھام کیلیے اقدامات

○ منشیات کی روک تھام ○ طالب علموں میں نشے کی عادت ○ تمباکو نوشی کی ہلاکت آفرینیاں ○ تمباکو نوشی اور امراضِ قلب
○ منشیات کا بڑھتا ہوا استعمال ○ جرمنی میں تمباکو نوشی ○ بے ضرر سگریٹ کی ایجاد

طالب علموں میں نشے کی عادت

بون یونیورسٹی کے تین ماہرین امراض اعصاب نے تحقیقات کے بعد انکشاف کیا ہے کہ بون یونیورسٹی کا ہر پانچواں طالب علم کسی نہ کسی نشہ آور چیز کا تجربہ کر چکا ہے۔ اس سلسلے میں طب اور فلسفے کے طالب علم پیش پیش ہیں۔ طلبہ میں سب سے زیادہ مقبولیت حشیش کو حاصل ہے نشہ آور چیزیں استعمال کرنے والے طلبہ کا کہنا ہے کہ وہ اپنے ماحول سے بیزار ہوتے ہیں اور منشیات اپنے ماحول کی تلخیوں سے بے پرواہ کر دیتی ہیں۔ تحقیقات کے بعد یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ منشیات کی عادت بد کا شکار ہونے والے طالب علم یونیورسٹیوں میں اس کے عادی نہیں بنتے بلکہ زیادہ تر لڑکے اور لڑکیاں ثانوی اسکولوں کے آخری سالوں میں یہ عادت سیکھتے ہیں اور جب یونیورسٹیوں میں آتے ہیں تو یہ عادت بھی اپنے ساتھ لاتے ہیں۔

منشیات کی روک تھام

اسٹوٹگارٹ۔ وفاقی جمہوریہ جرمنی میں ادویات کی ایک چار روزہ بین الاقوامی کانفرنس کے دوران منشیات کی روک تھام کے مرکزی ادارے کے ڈائریکٹر ورنر ہوبنر گروبے نے اعلان کیا ہے کہ شراب، تمباکو نوشی اور دیگر منشیات کے انسداد پر ہر سال دس کروڑ جرمن مارک خرچ کرنا ضروری ہے۔ جرمنی میں شراب اور تمباکو کے ٹیکسوں سے جو رقم وصول ہوتی ہے یہ اخراجات اس کے ایک فیصد کے برابر ہیں۔ اس رقم کا نصف حصہ تحقیقاتی مقاصد کیلئے استعمال اور نصف عوام کو منشیات کے نقصانات سے روشناس کرانے پر صرف ہوگی۔ وفاقی جمہوریہ جرمنی میں اب نشیلی دوائیوں اور دیگر منشیات نے پریشان کن صورت اختیار کر لی ہے۔ منشیات کا شکار ہونے والوں کی اوسط عمر برابر گھٹتی جا رہی ہے۔ چھوٹی عمر میں اس قدر خراب عادات اختیار کرنے والوں کی تعداد برابر بڑھتی جا رہی ہے۔ نشے استعمال کرنے والوں کی دس فیصد تعداد اس کی سخت عادی بن جاتی ہے۔

تمباکو نوشی کی ہلاکت آفرینیاں

وفاقی جمہوریہ جرمنی کے شہر بازہومبورگ میں تمباکو نوشی اور صحت کے بارے میں پہلی یورپی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اٹھارہ یورپی ممالک کے مندوبین نے شرکت کی۔ کانفرنس میں ایک متفقہ قرارداد کے ذریعہ یورپ کی تمام حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ تمباکو نوشی کے اشتہاروں پر پابندی عاید کر کے انہیں بتدریج ممنوع قرار دیا جائے اور وسائل نقل و حمل میں تمباکو نوشی کی ممانعت کر دی جائے۔ گاڑیوں اور طیاروں وغیرہ میں ایسے ڈبوں کی تعداد بڑھا دی جائے جن میں تمباکو نوشی ممنوع ہوتی ہے۔ کانفرنس نے یہ سفارش بھی کی ہے کہ اسکولوں میں ایسے تعلیمی پروگرام رائج کیے جائیں جن کی بدولت زیر تعلیم بچے تمباکو نوشی کی تباہ کاریوں سے متعارف ہو سکیں اور اعداد و شمار کی مدد سے یہ بھی واضح کیا جائے کہ تمباکو نوشی سے قومی معیشت کو بھاری نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ فضول خرچی کے علاوہ اس عادت کی بدولت ہزاروں افراد ہر سال ناکارہ کر دینے والی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کانفرنس کے دوران ماہرین نے سائنسی انکشافات کی روشنی میں بتایا کہ تمباکو نوشی نہ صرف پھیپھڑوں، دل، دورانِ خون، بصارت، قوتِ تولید اور رحمِ مادر میں بچوں کی نشو و نما کو بھاری نقصان پہنچاتی ہے بلکہ انسانی نفسیات پر بھی اس کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔

کانفرنس کے صدر نے انکشاف کیا کہ جو لوگ تمباکو نوشی نہیں کرتے وہ دوسروں کے مقابلے میں اوسطاً زیادہ جیتے ہیں۔ اعداد و شمار سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ وفاقی جرمنی میں ہر سال پھیپھڑے کے سرطان سے چوبیس ہزار افراد مر جاتے ہیں اور ان کی بھاری اکثریت سگریٹ نوشی کی عادی ہوتی ہے۔ آپ نے دنیا میں سب سے پہلے سگریٹ نوشی اور سرطان کے گہرے تعلق کا ثبوت فراہم کیا تھا۔

کانفرنس نے فیصلہ کیا کہ تمباکو نوشی کی ہلاکت آفرینیا سے عوام کو بچانے کے لیے ایک عالمگیر مہم شروع کی جائے۔ کانفرنس میں تمباکو نوشی ترک کرنے کے بعض طریقوں کا مظاہرہ کیا گیا جس سے شہر کے دو سو افراد نے فائدہ اٹھایا۔

تمباکو نوشی اور امراضِ قلب

ہیمبرگ یونیورسٹی کے پروفیسر جورسٹ ڈکیبن نے اپنی حالیہ تحقیقات کے دوران انکشاف کیا ہے کہ تمباکو نوشی اور امراضِ قلب کا گہرا تعلق ہے انہوں نے ثابت کیا ہے کہ خون کے غیر معمولی دباؤ، خون میں چربی کی زیادتی کے علاوہ تمباکو نوشی دل کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ انہوں نے دو سو اٹھارہ مریضوں پر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان میں ۹۸٫۴ فی صد سگریٹ پینے کے عادی تھے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ سگریٹ نوشی سے نہ صرف پھیپھڑوں کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ دل کے جان لیوا عوارض بھی لاحق ہوتے ہیں۔

منشیات کا بڑھتا ہوا استعمال

مغربی دنیا کے دوسرے ترقی یافتہ ممالک کی طرح وفاقی جمہوریہ جرمنی میں بھی منشیات کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ بون کی وزارت صحت اس کے تدارک کے لیے سخت اقدامات کر رہی ہے۔ حکومت نے ایک جامع منصوبے کے تحت منشیات کے عادی لوگوں کے لیے ایک ہوسٹل کھولنے کا انتظام کیا ہے اس کے علاوہ منشیات کے عادی مریضوں کے لیے اعصابی امراض کے شفاخانے میں ایک الگ وارڈ قائم کیا جا رہا ہے۔ تجربہ کار ڈاکٹروں کی ایک جماعت نشے استعمال کرنے والے نوجوانوں سے رابطہ قائم کرے گی جو ان میں گھل مل کر ان کی اصلاح کریں گے۔ اس منصوبے کو بروئے کار لانے کے لیے اعصابی بیماریوں کے سب سے بڑے ماہر اور ماہر نفسیات ڈاکٹر مقرر ہوئے ہیں جو اپنی سائنسی تحقیقات اور عملی تجربات کے لیے عالمگیر شہرت رکھتے ہیں۔

جرمن میں تمباکو نوشی

۱۹۶۶ء میں جرمنی کی کل سرکاری آمدنی کا ۱۰ فیصد

خطرناک غلطیاں

حبیب الرحمان ڈیرہ اسماعیل خاں

- اس خیال میں مست رہنا کہ میں ہمیشہ تندرست اور توانگر ہی رہوں گا۔
- اس نیت سے عیب کرنا کہ صرف دو چار مرتبہ کر کے چھوڑ دوں گا۔
- اپنا راز کسی دوسرے کو بتا کر اس سے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا۔
- ہر ایک انسان کے متعلق ظاہری صورت دیکھ کر رائے قائم کرنا۔
- کسی کام کو ادھورا چھوڑ کر دوسرے وقت پر مکمل کرنے کی امید رکھنا۔
- اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا اور کسی خدائی عطیہ کا امیدوار رہنا۔
- اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرنا اور اولاد سے اس کی توقع رکھنا
- جو کام اپنے سے نہ ہو سکے اسے سب کے لیے ناممکن خیال کرنا۔
- لوگوں کی تکلیف میں حصہ نہ لینا اور پھر ان سے ہمدردی کی امید رکھنا
- ہر ایک سے بدی کرنا اور خود آرام میں رہنے کی توقع رکھنا۔
- اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند اور لائق تصور کرنا۔
- بے کاری میں آئندہ کے لیے خیالی پلاؤ پکانا اور خوش رہنا۔
- تمام انسانوں کو اپنے خیال پر لگانے کی کوشش کرنا تمام نوجوانوں کو تجربہ کار خیال کرنا۔
- آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمانا اور ہر ایک شیریں زبان کو دوست سمجھ لینا۔
- بغیر کافی ذریعہ اطمینان کے محض کسی وقتی بات پر اعتبار کر لینا۔
- دوسروں کی موت کو دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو اس سے بری سمجھنا۔
- برا کام کرتے وقت، برا کلام کہتے وقت، ہر دیوار کو کان اور ہر دروازہ کو آنکھ نہ سمجھنا۔
- ادائیگی قرض کے متعلق دلفریب ذرائع آمدنی کا تصور باندھ کر غیر ضروری اخراجات کے لیے بے دھڑک قرض لینا۔

بقیہ: شذرات

آزاد کشمیر اور پاکستان کی قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے قانون وضع کرنے کی تحریکیں پیش ہو رہی تھیں ایسے حالات میں ارتداد کی سزا کو اسلامی اعتبار سے غیر موثر ثابت کرنا خطرناک بات ہے۔ اور اسے کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یہ انداز فکر درحقیقت منکرین ختم نبوت اور مرتدین کو پناہ دینے ان کی پشتیبانی کرنے اور انہیں سہارا دینے کی ناپاک کوشش کے مترادف ہے۔ اہل علم، اہل قلم حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس موضوع پر پوری تفصیل کے ساتھ لکھیں۔ خدام الدین کے صفحات حاضر ہیں۔

بقیہ: جرمنی میں منشیات

تمباکو کے ٹیکس کی شکل میں حاصل ہوتا تھا۔ جرمن وزارت مالیات ہر ہزار سگریٹ پر ۵۰۰.۴۰ مارک ٹیکس وصول کرتی ہے۔ اس لحاظ سے جرمنی کو یورپ کی مشترکہ منڈی میں سب سے زیادہ تمباکو نوش ملک سمجھا جا سکتا ہے۔ جرمن تمباکو نوش ہر سال اوسطاً ۱۷۰۲ سگریٹ پھونک دیتے ہیں جس سے وزارت مالیات کو ۹۲ مارک فی کس آمدنی ہوتی ہے ۱۹۶۷ء میں ۱۵ فیصد اضافے کے بعد تمباکو کے ٹیکس سے ہونے والی آمدنی اور بھی زیادہ ہو گئی ۱۹۶۶ء میں جرمنی میں ۱۰۰ کھرب سگریٹ فروخت کیے گئے ۱۹۶۷ء کے دوران سگریٹوں کی کھپت میں ۲.۴ م کی معمولی کمی ہوئی۔

بے ضرر سگریٹ کی ایجاد

ہیمبرگ۔ وفاقی جمہوریہ جرمنی میں جلد ایسے بے ضرر سگریٹ ایجاد ہو جائیں گے جو صحت کے لیے بالکل مضر نہ ہوں گے۔ ہیمبرگ کے ہاؤنی برگ ورکس جو سگریٹ کی مشین بنانے کا سب سے بڑا کارخانہ ہے وہاں ماہرین کی ایک ٹیم سائنس دانوں کی مدد سے بے ضرر سگریٹ تیار کرنے میں مصروف ہے۔ اس مقصد کے لیے نسخہ بہت پہلے تیار ہو چکا ہے۔ اس قسم کے سگریٹ تیار کرنے کے لیے پہلے ایک خاص مشین خام تمباکو کو پیس کر آٹا کر دے گی۔ پھر اس میں لعاب دار مادہ ملا کر خمیرے کی طرح گوندھ لیا جائے گا۔ بعد میں ماہرین اس مرکب کو پتلے اور باریک اوراق کی شکل میں بیل کر سگریٹ میں کام آنے کے قابل بنا دیں گے۔ انجینئروں نے ایک ایسی خاص مشین ایجاد کر لی ہے جس کے ذریعے بے ضرر سگریٹ تیار ہو سکیں۔ اس طرح تمباکو کا اپنا ذائقہ بھی باقی رہے گا اور اس کے علاوہ پودینہ، رس بھری، اسٹابیری اور کیوڑے وغیرہ جیسی خوشبو رکھنے والے سگریٹ بن سکیں گے۔ جرمنی ماہرین کو یقین ہو گیا کہ اب تمباکو مضر صحت عناصر سے پاک و صاف ہو گیا ہے یہ نئے سگریٹ تجارتی پیمانے پر تیار ہونا شروع ہو جائیں گے

مولانا قاضی زاہد الحسینی کو صدمہ

حلقہ خدام الدین میں یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور پاکستان کے جلیل القدر عالم دین حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی پروفیسر گورنمنٹ کالج کیمبل پور کے نومولود فرزند کا گذشتہ دنوں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ادارہ خدام الدین حضرت قاضی صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر و استقامت کی توفیق دے اور نعم البدل عطا فرمائے۔

(ادارہ)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا